صحیح مقامِ حدیث

اوّل - دوم

تالیف

علامہ فضل احمد صاحب غزنوی بی اے

مکتبہ سبحانی ○ شیش محل روڈ - لاہور ۲

اساتذہ و تلامذہ ملا کر سینکڑوں تک کا تذکرہ آگیا ہے۔ ہم چاہتے تو یہ تھے کہ جمیع تابعین کبار کا تذکرہ بالتفصیل کرتے۔ مگر مضمون بہت طویل ہوتا جاتا ہے۔ اور ہمارا اصل منشا اس میں اوجھل ہو جاتا ہے کو ثابت صرف یہ کرنا تھا کہ

۱۔ خود آنحضرت صلعم کے زمانہ میں آپ کی تمام کمال احادیث قلم بند ہو چکی تھیں۔

۲۔ صحابہ کرام نے وہ تمام جمیع احادیث اپنے شاگردوں تک پہنچا دیں۔ یعنی تابعین تک۔

۳۔ اب ہم نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ تابعین کبار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو قلمبند کیا اور تمام روئے زمین پر پھیلا دیا اور یہ کام پہلی صدی میں کامل و مکمل ہو چکا تھا۔ حتیٰ کہ ۹۹ھ میں تو سرکاری طرح سے بھی احادیث جمع کی گئیں۔ اور تمام ممالک اسلامیہ میں ان کے نسخے بھیجے گئے۔

۴۔ لہٰذا ۱ھ ہجری ایک سے لے کر ۹۹ھ تک کی درمیانی ننانوے برسوں کی مدت میں ایک لحظہ بھی ایسا نہیں گذرا کہ جس میں احادیث بنوی لکھی نہ جاتی ہوں۔ ان کی نقلیں نہ ہوتی ہوں۔ اور انہیں جمع نہ کیا جاتا ہو۔

۵۔ اس وقت ہماری بحث کا زمانہ پہلی صدی ہجری ہے اور ثابت کر آئے ہیں کہ پہلی صدی کے ۱ھ سے لے کر ۱۱۰ھ ہجری تک، یعنی خود آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ میں ہی آنحضرت صلعم تمام کی تمام ساری احادیث تمام و کمال لکھی جا چکی تھیں۔ پھر ۱۱۰ھ ہجری سے لے کر

سنہ ۹۹ ہجری تک ایک دن بلکہ ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا جس میں احادیث نبوی لکھی نہ جاتی ہوں۔

۶۔ اس صورت میں منکرین حدیث کا یہ دھوکہ، یہ فریب، یہ دغابازی اور یہ بوالہبیت کیا وقعت رکھتی ہے کہ۔ احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں۔ کتنا بڑا بہتان باندھتے ہیں یہ دشمنانِ رسول، احادیث رسول پر، کتنا بڑا جھوٹ بکتے ہیں۔ یہ زندیقانِ امت، آنحضرت صلعم پر!! اور کتنا بڑا دھوکہ دیتے ہیں یہ مجاسانِ امت، امت محمدی کو۔!!!۔

اب ہم دوسری صدی ہجری میں قدم رکھتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں۔ کہ اس دور مبارک میں، احادیث نبوی کی حفاظت و کتابت کس نہج پر جاری رہی۔ یاد رہے کہ تابعین کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ ہم نے طوالت کے خوف سے صرف مشتِ نمونہ از خروارے پیش خدمت کیا ہے۔ فللہ الحمد۔

تبع تابعین کتابت و جمع و تدوین احادیث کے طبقات

اب ہم بتاتے ہیں کہ احادیث نبوی کی کتابت، حفاظت، جمع اور مدون کرنے کو حسب ذیل طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

طبقہ اول خود آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک کا یہ دور تیئیس برس رہا۔ جو ۱۱ھ میں ختم ہوا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کی رحلت ۱۱ھ میں ہوئی اس دور میں آنحضرت صلعم کی جمیع احادیث تمام و کمال لکھ لی گئیں تھیں۔ البتہ تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرام کے پاس مختلف اجزاء میں محفوظ مکتوب موجود تھیں کسی صحابی کے پاس کم اور کسی کے پاس زیادہ۔ جیسا کہ ہم پچھلے اوراق میں

Marfat.com

تفصیل تبا آئے ہیں۔ ان میں سے بعض صحابہ کبار کے پاس بہت بڑے مجموعہ لکھے ہوئے تھے۔ جن کا ذکر ہم "مکثرین حدیث" صحابہ میں کر آئے ہیں۔ باقی لاکھوں صحابہ آنحضرت صلعم میں سے ہر ایک کے پاس کم و بیش احادیث کے مجموعے موجود تھے۔ کوئی بھی صحابی ایسا نہ تھا جس کے پاس آنحضرت صلعم کی احادیث لکھی ہوئی نہ تھیں۔ فرق صرف اتنا پڑتا ہے۔ کہ ان مختلف اجزاء کو کبھی جمع نہ کیا گیا تھا۔ اس وقت تک آنحضرت صلعم کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ آپ نماز فجر کے بعد مسجد نبوی میں درس قرآن و حدیث دیا کرتے تھے۔ اسی طرح شام و مغرب کے درمیان بھی جب سفر میں یا غزایا (جنگوں) میں ہوتے تو وہاں بھی یہی مشغلہ تھا۔ کیونکہ آپ پر فرض عین تھا کہ۔

۱۔ فذکر ان انت مذکر ۔ آپ وعظ و نصیحت کریں۔ کیونکہ آپ اسی لئے بھیجے گئے ہیں۔

۲۔ یعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ آنحضرت صلعم امتیوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے ہیں۔

۳۔ پھر نماز جمعہ کے خطبہ میں تو لاکھوں نفوس قدسیہ حاضر ہوا کرتے تھے۔

اور صحابہ کو آنحضرت صلعم کے ساتھ جو شغف، عشق، محبت اور وارفتگی تھی۔ وہ تو معلوم ہی ہے۔ احادیث تو ایک طرف آنحضرت صلعم کے کپڑوں، بالوں، اور جوتیوں تک کو محفوظ کیا گیا تھا۔ صحابہ کرام نے آپ کی ایک ایک حرکت و نقل تئیس سالہ زندگی نبوت کا ایک لحظہ محفوظ ہے کہ کب، کہاں، کیسے اور کس طرح حرکات و سکنات فرمائیں۔ آنحضرت صلعم کے ہر اس زمین کا چپہ چپہ محفوظ ہے۔ جہاں جہاں قدم مبارک رکھے۔ آنحضرت صلعم نے نبوت کی زندگی کی پہلی سورج کی کرنوں کے ساتھ جلت

Marfat.com

کے تیئیسویں برس تک کے ایک ایک لمحہ، منٹ، گھنٹہ، دن، ہفتہ، مہینہ، سال کی جمیع احادیث، نقل و حرکت، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، پہننا تک تھا صحابہ کرام کے پاس۔ (آپ ہماری "سیرت النبی" جو ہم نے سندھی میں لکھی ہے۔ دو ہزار صفحات کی، منگوا کر دیکھیں۔ ہم نے اس تصنیف میں یہی طرز اختیار کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی سیرت، دن وار، ہفتہ وار۔ مہینہ وار اور سال وار لکھی ہے۔ اس سے پہلے ایسی سیرت خود عربی میں بھی اس نہج پر موجود نہیں)

الغرض جب آنحضرت صلعم نے رحلت فرمائی ہے تو اس وقت مثل قرآن احادیث تمام و کمال صحابہ کرام کے پاس لکھی ہوئی موجود تھیں۔ اب تک سنہ تک نہ تو قرآن شریف جمع کیا گیا تھا۔ اور نہ ہی احادیث نبوی جمع ہوئی تھیں۔ مگر قرآن شریف بھی مختلف اجزاء میں سارے کا سارا لکھا ہوا موجود تھا۔ اور آنحضرت صلعم کی احادیث بھی ساری کی ساری قرآن پاک کی طرح مختلف اجزاء میں لکھی ہوئی محفوظ موجود تھیں

طبقہ دوم دوسرا طبقہ کتابت و حفاظت حدیث کا صحابہ کرام کا دور مبارک ہے یہ "دور مسعود" سنہ ۱۱ھ سے لے کر سنہ ۹۳ھ تک رہا۔ کیونکہ آخری صحابی حضرت انس بن مالک رضؓ نے رحلت فرمائی۔ بعض روایات میں ان کی رحلت ۹۹ھ بھی آئی ہے۔ مگر ہمارے نزدیک محقق سنہ ۹۳ھ ہے۔ "یہ عہد مبارک" صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سنہ ۴۰ھ سے سنہ ۹۳ھ تک مشترک ہے۔ کیونکہ اجلہ تابعین کا دور سنہ ۴۰ھ سے شروع ہو جاتا ہے۔ اور تابعین وہ مقدس ہستیاں ہیں جو۔

۱۔ ایک تو خود صحابہ کرام کی اولاد میں سے ہیں۔ اور

۲۔ دوسرے دگر تلامذۂ صحابہ کرام ہیں۔

اس زمانہ میمنت لزوم میں احادیث نبوی کے جمع ہونے کا کام تکمیل تک پہونچایا گیا۔ اور ایک ایک صحابی و صحابیہ اور گھر گھر، شہر شہر، ملک ملک

Marfat.com

احادیث نبوی کو لے کر جمع کر دیا گیا۔ اور بڑے بڑے مجموعے احادیث کے مدوّن کیے گئے۔ یہ ۹۳ھ تک کی تمام مساعی جمع احادیث انفرادی طور سے کی گئیں اس وقت تختۂ زمین پر ایک حدیث رسول بھی ایسی نہ تھی جو ان "مجموعوں" میں جمع نہ کر دی گئی ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ۹۹ھ میں اپنے ایک خاص بندے کے ہاتھ میں "حکومت اسلام" کی باگ ڈور دی یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ میں تو کہتا ہوں کہ ان کو رب محمد نے، حکومت دی ہی اس لئے تھی کہ وہ احادیث نبوی کو سرکاری طرح سے جمع کر کے، مثل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تمام ممالک اسلامیہ میں احادیث کے نسخے پھیلا دیئے۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمیں مقدس نفس کی حکومت رہی ہی دو تین برس۔ اور جس دن آپ نے سرکاری طرح سے تمام ممالک اسلامیہ کے گھر گھر سے احادیث جمع کروا کر ان کے کروڑوں نسخے جمیع ممالک اسلامیہ میں بھیج دیئے۔ اسی دن انکو محمد نے اپنے پاس بلوا لیا۔

اے! عمر بن عبدالعزیز پاک روح!! محافظ احادیث نبوی!!!

تیرا کھوں سلام فضل احمد کی طرف سے اور قیامت تک کے پدھا مت محمدیہ کی طرف سے!

چنانچہ ۹۹ھ میں اس نفس پاک کی یہ پہلی سرکاری کوشش تھی۔ یعنی جمع حدیث کی مطلق پہلی کوشش ہرگز ہرگز نہیں۔ کیونکہ احادیث کے جمع کا کام تو ان ننانوے برسوں کے ایک ایک لحظہ میں ہوتا رہا۔ اور اس نفس مطمئنہ کے عہد مبارک سے قبل سینکڑوں مجموعے لکھے جا چکے تھے۔ مگر ادھورے تھے انہوں نے ان کی تکمیل کر دی فلہ الحمد۔

ہاں، تو صحابہ کا دور مبارک ۹۳ھ تک قائم رہا۔ پھر صحابہ کرام کے

لکھو کھا شاگردوں نے صحابہ و صحابیات سے احادیث اخذ کریں، جو کاغ
کے سینوں پر بھی ثبت تھیں اور لوح قلب کے سفینوں پر بھی نقش تھیں فلہ

طبقہ سوئم تیسرا طبقہ کتابت و حفاظت و تدوین احادیث
کا تابعین کا ہے۔ یہ دور مبارک ۹۳ھ سے لے
۱۸۰ھ تک رہا۔ کیونکہ سب سے آخری تابعی حضرت بکر بن عبداللہ
مزنی نے ۱۰۸ھ میں وفات پائی۔ ان سے چھ سال قبل ۱۰۲ھ میں حضر
صفوان بن محرز نے رحلت فرمائی تھی۔ یہ وہ "دور مسعود" ہے۔ جس میں حض
عمر بن عبدالعزیز بھی آجاتے ہیں۔

اس دور مبارک میں یہ کوشش کی گئی کہ احادیث نبوی کو فقہی مسائل
کی بناء پر ابواب و فصول میں لکھا گیا۔ اور کتب احادیث کے علیحدہ علیحد
نام رکھے گئے۔ گو اس سے قبل بھی بہت ساری کتب احادیث موسوم بہ
مدون تھیں مگر تفصیل کے ساتھ نہ تھیں۔ تابعین عظام کی تعداد لکھو کھا
پہونچتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک حدیث کے علوم کا بحر ناپیدا کنار تھا۔ جیسا
ہم نے چند نمونے دیئے ہیں۔ پھر ان میں خاص کر، حسب ذیل تابعین تو اپنے
اپنے وقت کے امام الائمہ تھے۔ جن کے کروڑوں تلامذہ تھے۔ ان میں سے
ہر ایک تابعی نے، اصحاب رسول صلعم سے احادیث اخذ کیں۔ لکھیں اور
پھر صحابہ کرام کے سامنے پڑھ کر، سنکر، تصدیق ثبت کرائی۔ ان میں سے بعض
ایسے تابعی ہیں۔ جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام سے احادیث اخذ کیں جیسا کہ
حضرت عامر بن شراحیل الشعبی آپ نے صحابہ کی موجودگی میں اپنا حلقۂ درس قائم
کر دیا تھا۔ اب ان بزرگ ہستیوں میں سے اجلہ تابعین کے اسماء گرامی لکھے جاتے
ہیں۔

Marfat.com

۱۔ حارجہ بن زید رضؓ ۔ ۲۔ داؤد بن دینار ۳۔ ربیع بن خیثم ۔ ۴ دینار
جابن جیود ۔ ۵ ۔ زر بن جیش ۔ ۶ زید بن سلمہ رضؓ ۔ ۷ سلمہ بن دینا
سلیمان بن طرخان ، ۹ سلیمان بن یسار ۱۰ قاضی شریح بن حارث رضؓ
صفوان بن سلمہ زہری رضؓ ۔ ۱۲ صفوان بن محرز ۱۳ طاؤس بن کیسان
۱۴ عامر بن شرجیل ۱۵ عامر بن عبداللہ ۱۶ عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضؓ
۱۷ عبداللہ بن عون ۱۸ علی بن عبداللہ ۱۹ عبدالرحمان بن اسود ۲۰ عبدالرحمان
بن ابی لیلیٰ رضؓ ۲۱ عبدالرحمان بن غنم رضؓ ۲۲ عبدالرحمان بن قاسم رضؓ
۲۳ عروہ بن زبیر رضؓ ۲۴ عطاء بن ابی رباح رضؓ ۲۵ عمرو بن شرحبیل رضؓ
۲۶ عمرو بن دینار رضؓ ۲۷ علی بن عبداللہ عبداللہ بن حسین رضؓ ۲۸
عمرو بن مرہ ۲۹ علقمہ بن قیس رضؓ ۳۰ قاسم بن محمد بن ابی بکر رضؓ ۳۱
قبیصہ بن ذویب ، قتادہ بن دعامہ سدوسی رضؓ ۳۳ کعب بن
احبار رضؓ ۳۴ کعب بن مسعود رضؓ ۳۵ مجاہد بن جبیر ۳۶ محمد بن اسحاق
۳۷ محمد بن حنفیہ رضؓ ۳۸ محمد بن سیرین جو ابن سیرین کے نام سے مشہور
ہیں ۳۹ محمد بن عجلان ۴۰ محمد بن علی رضؓ (امام باقر) ۴۱ محمد بن کعب رضؓ
۴۲ محمد بن منکدر رضؓ ۴۳ مسروق بن اجدع رضؓ ۴۴ مسعر بن کرام رضؓ
۴۵ مسلم بن یسار رضؓ ۴۶ مطرف بن عبداللہ ۴۷ منصور بن زاذان
۴۸ میمون بن مہران ۴۹ نافع بن جبیر ۵۰ نافع بن کاؤس ۵۱ وہب
بن منبہ رضؓ ۵۲ ہرم بن حیان عبدی رضؓ ۵۳ ہشام بن عدوہ ۔
۵۴ یحییٰ بن سعید ۵۵ یحییٰ بن یعمر ۵۶ یزید بن ابی حبیب رضؓ ۵۷ یونس
بن عبید رضؓ ۵۸ ابو ادریس خولانی رضؓ ۵۹ ابو اسحاق سبیعی رضؓ ۶۰
ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضؓ ۶۱ ابو بکر بن عبدالرحمان رضؓ ۶۲

ابو رجاء عطاردی۔ ۶۳ ابو العالیہ ۶۴ ابو سلمہ بن عبد الرحمان رضؓ
۶۵ ابو الحالیہ ریاحی رضؓ ۶۶ ابو عبد الرحمان السلمی رضؓ ۶۷ ابو عثمانؓ
۶۸ ابو قلابہ جرمی رضؓ ۶۹ ابو وائل بن سلمہ رضؓ یاد رہے کہ جن ناموں کے
بعد ہم نے "رضؓ" لگایا ہے وہ اولاد صحابہ ہیں۔

طبقہ چہارم چوتھا طبقہ تبع تابعین کا ہے۔ یعنی تابعین کے تلا
یہ دور مبارک ۱۸۰ھ سے لیکر ۲۸۰ھ تک کو محی
ہے۔ اس دور میں بڑے بڑے آئمہ احادیث، ائمہ اصول، ائمہ فقہ
اور آئمہ تفاسیر، رب احادیث محدثین پیدا کئے۔ اس "دور مبارک
میں حضرت امام الاولین والاخرین، امام محدثین اسماعیل بخاری رحمہ
علیہ بھی ہیں جن ذات مقدس پر، منکرین حدیث کو سب سے زیا
جلن، بغض اور عناد ہے۔ ہم کہتے ہیں اے گروہ منکرین حدیث۔
"موتوا بغیظکم" ہاں تم اپنے بغض عناد کی آگ میں جل بھن کر خاک
سیاہ ہو جاؤ۔ احادیث محمد صلعم، بعینہ روز اول سے محفوظ، مکتوب
آرہی ہیں اور تا قیامت محفوظ و مکتوب چلی جائینگی۔ اور احادیث نبوی دین
اسلام کا دوسرا ستون ہیں۔ ماخذ دین ہیں۔ جزو دین ہیں اور ابدی ہیں

اس دور مبارک میں یہ کام ہوا کہ احادیث نبوی کی بڑی بڑی کتا
جدا جدا عنوانوں اور مضامین پر۔ بقید ابواب و فصول و کتاب جمع
گئیں اسی دور مبارک میں یہ کام بھی ہوا کہ:۔

۱۔ جن احادیث سے دستور اسلام قوانین اسلام اور فقہی مسائ
مستنبط ہوتے تھے۔ انہیں علیحدہ کتب میں لکھ دیا گیا۔ نہیں نہیں بلکہ
کر دیا گیا۔۔

Marfat.com

۲ جن احادیث سے ائمہ اصولیین کو بحث تھی۔ انکو جدا کتب میں لکھوا دیا گیا۔ "لکھ دیا گیا" کہ ہمارے الفاظ سے منکرین حدیث کہیں غلیوں چھلنے نہ لگ پڑیں۔ کہ دیکھو جی نفصل احمد بھی لکھ رہا ہے کہ تیسری صدی میں "لکھدیا گیا"، ہماری اس "لکھ دیا گیا" سے مراد ہے جمع کر دیا گیا، اور چونکہ جمع کرنا، لکھنے سے ہی ہوگا۔ اس لئے ہم یہاں عرف عام استعمال کر رہے ہیں۔ اور منکرین حدیث مخلوق خدا کو بھی سب سے بڑا دھوکہ دیتے کہ احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں۔ اور ان جاہل بے علموں نے۔ یہ چوری مستشرقین (یورپین مصنفین - Orientalists) سے کی ہے جو سب سے پہلے، اسلام کی مخالفت میں۔ یورپ کے مصنفوں نے یہ شکوک و شبہات پیدا کئے کہ، احادیث نبوی تیسری صدی میں لکھی گئیں ہیں۔
ان سے یہ غلطی سرزد ہونے بھی چاہئے تھی۔ کیونکہ انہوں نے جب کسی "صحیح بخاری" شریف کے نسخے پر لکھا دیکھا ہوگا۔ کہ یہ تیسری صدی کے آغاز میں مدون ہوئی ہے تو نتیجہ نکال لیا کہ ہو نہ ہو۔ صحیح بخاری کے سوا، اور کوئی نوشت و کتابت حدیث مسلمانوں کے پاس ہوگی ہی نہیں۔ بس یہ پہلی کتاب، حدیث ہے۔ جو دو سو برسوں کے بعد، حضرت امام بخاری نے لکھی ہے۔ اس غلط فہمی کی بنا پر اعتراض جڑ دیئے گئے۔
کہ دیکھو جی! مسلمانوں کے پاس احادیث کا مجموعہ تیسری صدی میں لکھا گیا اب درمیانی دو سو برسوں کے عرصے میں جب احادیث لکھی ہی نہیں گئیں تو ہم (یورپین) کیونکر باور کرلیں کہ یہ وہی احادیث ہیں جو خود (صلعم) نے اپنے منہ مبارک سے فرمائی ہیں۔ وغیرہا من الخرافات۔
بس یہ تھی ساری کائنات، احادیث نبوی میں شکوک پیدا کرنے کی بادر

Marfat.com

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ان اعتراضوں سے گھبراکر چند ایسے افراد بھی پیدا ہو چکے تھے۔ جو احادیث نبوی سے جان چھڑانا چاہتے تھے۔ اس وقت اس گروہ کے سرخیل جناب سرسید احمد بالقابہ تھے۔ مگر ان کی نیت نیک تھی۔ وہ یورپین مصنفوں کے ان اعتراضات سے گھبراکر ان اعتراض کو سچا سمجھکر، احادیث سے جان چھڑانے کے پیچھے، نہایت نرم روئی سے پڑے۔ کیونکہ سرسید احمد فضل احمد تو تھے نہیں کہ آنحضرت صلعم کی تیئیس سال زندگی کے ایک ایک لمحہ کا مطالعہ کیا ہوتا اور معلوم کر لیا ہوتا کہ آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک میں ہی احادیث شریفہ ساری کی ساری لکھی جا چکی تھیں اور پھر نسلاً بعد نسلٍ متداول طور پر تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچتی چلی آرہی تھیں حضرت امام بخاری نے تو صرف یہ کوشش فرمائی تھی کہ وہ صرف ان احادیث کو جمع کر لیں جو ان کے نزدیک صحیح تھیں۔ اور۔ اور بس۔

(تفصیل آگے آتی ہے) ہمیں افسوس ہے کہ جناب سرسید احمد بالقا کی اس چھوٹی سی نیک نیتی والی غلطی نے ان کے مداحوں میں ایک گروہ ایسا پیدا کر دیا۔ جو سرے سے احادیث کا منکر ہی ہو بیٹھا، حالانکہ سرسید احمد صاحب کا منشا یہ ہرگز نہ تھا۔

المختصر یہ کہ حضرات تابعین عظام نے جس طرح امانت احادیث نبوی صحابہ کرام سے لی، ویسے ہی جوں کی توں۔ اپنے تلامذہ، حضرات تبع تابعین تک پہونچا دی۔ اس "عصر محیط۔ یعنی ۱۰۰ھ سے لے کر ۳۰۰ھ ہجری تک ہزاروں ائمہ احادیث ہوئے اور لکھوکھا۔ انسانوں نے ان سے احادیث لکھیں اور

اس دور میں تدوین احادیث یعنی ان مجموعوں سے تدوین کا کام بہت بڑے وسیع پیمانہ پر شروع ہو گیا۔ جو احادیث خود آنحضرت صلعم کے زمانہ

Marfat.com

سے متداول طور پر مکتوب چلی آرہی تھیں۔
مثلاً مکہ معظمہ میں ابن جریج ۱۵۰ھ اور ابن اسحاق ۱۵۱ھ
مدینہ منورہ میں سعید بن ابی عروبہ ۱۵۶ھ ، ربیع بن صبیح
۱۶۰ھ امام مالک ۱۷۵ھ بصرہ میں حماد بن سلمہ ۱۶۷ھ کوفہ میں امام ابوحنیفہ ۱۵۰ھ
سفیان ثوری ۱۶۱ھ۔ شام میں امام اوزاعی ۱۵۶ھ۔ اور واسط بن ہشیم
۱۸۳ھ خراسان میں عبداللہ بن مبارک ۱۸۱ھ یمن میں معمر ۱۵۳ھ ری
میں جریر بن عبدالحمید ۱۸۸ھ۔ سفیان بن عیینہ ۱۹۸ھ۔ لیث بن سعد ۱۷۵ھ
شعبہ بن حجاج ۱۶۰ھ۔ محمد بن حسن ۱۸۹ھ رحمہم اللہ اجمعین۔
ایک ہی قسم کی احادیث شریفہ کو ایک ہی باب میں جمع کرنے کی سب سے
پہلی سعی مشکور حضرت امام شعبی نے فرمائی۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء
پھر دوسری صدی اور تیسری صدی ہجری کے درمیانی عرصہ کا وہ
زرین دور سعادت ہے کہ اس میں احادیث نبوی کی وہ زندہ جاوید
کتابیں جمع کیں کہ جنہیں رب العزت نے وہ قبول عام اور بقائے دوام عطا
فرمایا کہ ان کو کروڑوں مسلمانوں نے ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ اور یہ تواتر کا درجہ ہے۔ جو قرآن پاک کے ہم روشہ ہے۔
اس عہد مبارک کے وہ آئمہ احادیث ہیں جن کو جمع احادیث میں
کامل طور پر تثبت، مثل قرآن۔ ازبر تھیں۔ ان بزرگوں میں حضرت امام احمد
بن حنبل ۲۴۱ھ، عبداللہ بن موسیٰ عبسی کوفی، اسد بن موسیٰ۔ نعیم بن
حماد، اسحاق بن راہویہ، عثمان بن ابی شیبہ، امام الدنیا فی الحدیث
حضرت امام بخاری ۲۵۶ھ۔ ان کے شاگرد رشید حضرت امام
مسلم ۲۶۱ھ امام ابوداؤد ۲۷۵ھ۔ امام ترمذی ۲۷۹ھ امام نسائی ۳۰۳ھ

امام ابن ماجہ ۲۷۵ھ دارمی ۲۵۵ھ علما حدیث ہیں۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔
اس عہد میمنت لزوم میں ہزار ہا کتب احادیث لکھی گئیں۔ جن میں سے
اہم ترین حسب ذیل ہیں۔

۱ مؤطا امام مالک (دگر بیسیوں مؤطائیں بھی لکھی گئیں، جن کا ذکر ہم کر آئے ہیں)
۲۔ جامع سفیان الثوری۔ ۳۔ جامع ابن مبارک، ۴۔ جامع ابن عبدالحمید
۵۔ جامع ہشیم۔ ۶۔ جامع معمر۔ ۷ جامع حماد بن سلمہ ۸۔ جامع اوزاعی
۹۔ جامع ابن جریج ۱۰۔ مسند امام شافعی۔ ۱۱۔ مسند امام احمد حنبل، ۱۲۔
کتاب الاثار ابو حنیفہ امام محمد ۱۳۔ مؤطا امام محمد شیبانی۔ ۱۴ کتاب الخراج
امام ابو یوسف ۱۵۔ جامع عبدالرزاق۔ ۱۶ صحیح بخاری ۱۷۔ صحیح مسلم ۱۸
ابو داؤد ۱۹۔ سنن ابن ماجہ ۲۰ جامع ترمذی۔ ۲۱ مصنف ابن ابی شیبہ۔
۲۲ تہذیب الاثار ۲۳ مسند ابی ہریرہ ۲۴ مسند ابن راہویہ (اس میں حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں نے مرویات حضرت ابی ہریرہ کو یکجا
جمع کر دیا تھا) ۲۵ مسند ابی یعلیٰ موصلی ۲۶ مسند کبیر بخاری ۲۷ مسند حمیدی
۲۸ مسند علی بن المدینی (یہ حضرت امام بخاری کے استاد ہیں) ۲۹ مسند دارمی
۳۰ مسند ابن حمید ۳۱ مسند ابن ابی عاصم وغیرہم رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

ہماری اس فہرست کے یہ معنی نہیں کہ بس یہی کتب احادیث اس عہد مبارک میں جمع کی گئیں۔ ان کے سوا بھی کتب مدون ہوئیں۔ مگر چونکہ مذکورۃ الصدر حضرات اپنے اپنے عصر کے امام تھے۔ اور ان کی کتب کو بہت زیادہ اہمیت تھی۔ اور یہ سب کی سب کتب۔ اس مجموعہ احادیث سے جمع کی گئیں تھیں جو احادیث خود عہد نبوی میں ہی لکھی جا چکی تھیں۔ اور ہر مدون حدیث نے اپنے اپنے علیحدہ نہج و منہاج پر مدون کیں۔ ان میں پچاس پچاس ہزار احادیث جمع

Marfat.com

تھیں۔ مثلاً مسند احمد میں چالیس ہزار احادیث نبوی مدون کی گئیں۔ اور حضرت امام احمد حنبل کو دس لاکھ احادیث نبوی ازبر تھیں۔ جیسا کہ حضرت امام بخاری رح کو چھ لاکھ احادیث برزبان یاد تھیں۔ حضرت مسلم کو پانچ لاکھ احادیث ازبر تھیں۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ اس دور سعید کی چند اہم ترین اور اصلین ہستیوں کا تذکرہ کریں۔

۱۔ حضرت امام مالک بن انس رح

آپ علم حدیث کے کہنا پیدا کنار ہیں۔ اپنے عہد کے امام تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں مسند درس حدیث پر جلوہ گر تھے۔ ۹۵ھ میں مولد ہوئے اور ۱۷۹ھ میں رحلت فرمائی۔ آپکی احادیث نبوی میں بلند ترین مرتبت کی۔ یہ ایک ہی شہادت کافی ہے کہ آپ حضرت امام شافعی کے استاد ہیں۔ آپ نے لاتعداد تابعین سے احادیث اخذ کیں اور آپکے تلامذہ (شاگرد) بھی بے حد و بے شمار ہیں۔ اور آپ کے تلامذہ میں سے ہر ایک تمام مملکت اسلام کا امام مانا گیا ہے۔ آپ کے تلامذہ میں سے حسب ذیل حضرات اپنے اپنے حلقوں کے امام تھے۔ حضرت امام شافعی، ابن دینار۔ ابوہاشم، عبدالعزیز بن ابی حازم۔ حسن بن حبیبی یحییٰ بن یحییٰ۔ قعنبی بن مسلمہ، عبدالمجید، وہب، یہی آپ کے تلامذہ ہیں۔ جو حضرت امام بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن سعید کے اساتذہ (استاد) ہیں۔

آپ کی کتاب احادیث "موطا" امام مالک بھی "صحیح بخاری" کی طرح اصح الکتب مانی گئی ہے۔

Marfat.com

تنبیہ :۔ بعض حضرات جب دیکھتے ہیں کہ مُوطا کو بھی اصح الکتب کہا گیا ہے اور صحیح بخاری کو بھی اصح الکتب کہا گیا ہے تو الجھ جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ مُوطا امام مالک۔ حضرت امام بخاریؒ کی "صحیح بخاری" سے قبل کی ہے۔ اور صحیح بخاری سے پہلے کی جتنی بھی کتب احادیث جمع کی گئی ہیں۔ ان میں مُوطا امام مالک کا مقام "اصح الکتب" ہے۔ اور صحیح بخاری کا اپنے عہد سے لے کر آج ۳۱ دسمبر ۱۹۵۴ء تک اور اس کے بعد قیامت تک یہ مقام ہے۔ کہ اصح الکتب، بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری۔ یعنی کلام اللہ کے بعد روئے زمین پر سب سے زیادہ صحیح کتاب صحیح بخاری شریف ہے۔

آپ کا حلقہ درس نہایت وسیع ہوتا تھا۔ اور پھر آپ عالم مدینہ تھے جو اس وقت قرآن و حدیث کے علوم کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ آپ کے درس حدیث میں حاکم گورنر۔ اور شہزادگان بھی حاضر ہوتے تھے۔ آپ اپنے زمانہ کے امام العصر تھے۔ ساٹھ برسوں تک مدینہ الرسول میں احادیث نبوی کا درس دیتے رہے۔ احادیث نبوی کا جمیع مجموعہ آپ کے پاس موجود تھا۔ آپ نے ان احادیث میں سے مُوطا میں صرف وہ احادیث جمع کیں، جو احکام شریعت کے بارے میں تھیں۔ گو دگر جمیع علماء حدیث کے پاس احادیث نبوی کے لکھے ہوئے مجموعے موجود تھے۔ مگر انہوں نے چونکہ ان احادیث کو بالترتیب مرتب نہ کیا۔ اور نہ ہی شرعی احکام کی احادیث کو علیحدہ جمع کیا۔ اس لئے ان کی شہرت نہ ہوئی۔ اور کسی چیز کی عدم شہرت اس کے عدم وجود کی دلیل ہرگز نہیں۔ مثلاً آج سے چند صدیاں پہلے، ہماری دنیا کو امریکہ کے وجود کا علم ہی نہ تھا۔ تو کیا اس وقت امریکہ کا عدم علم اس کے عدم وجود کی دلیل تھی۔؟

Marfat.com

پھر یوں بھی تو تھا۔ کہ احادیث نبوی کا ذخیرہ ان تین قرنوں کے علماء کے گھر گھر میں موجود تھا۔ اور جتنی بھی کتب احادیث لکھی گئیں۔ ان میں ان مجموعوں کی احادیث بھی شامل تھیں۔ جن مجموعوں کو شہرت نہ ہوئی۔

مثلاً حضرت امام مالک کے عہد میں دگر بھی ہزاروں علماء حدیث موجود تھے۔ اور ہر ایک کے پاس اپنے اپنے مجموعے لکھے ہوئے تھے۔ تو اس کی یہ معنی نہیں کہ جس جس عالم حدیث کے پاس جو جو "جامع" تھی اس جامع کی احادیث تماماً دوسری "جامع" سے مختلف تھیں۔ نہیں بلکہ عموماً تو وہی احادیث ہوتی تھیں۔ مگر یوں بھی ہوتا تھا۔ کہ بعض احادیث بعض علماء کو پہونچی اور دگر دوسرے علماء کو۔ مگر ان مکتوبہ مجموعوں میں آنحضرت صلعم کی جمیع احادیث موجود تھیں۔ اس لئے موجودہ "جوامع" میں احادیث مکررات بھی تھیں۔ اور ان کے ماسوا دگر احادیث نبوی بھی۔

چنانچہ ان مجموعوں میں سے مؤطا امام مالک باقاعدہ ترتیب کے ساتھ باب وار اور فصل وار لکھی گئی اور مؤطا میں صرف وہی احادیث لائی گئیں۔ جو احکام شریعت سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور علماء مدینہ میں زیادہ مشہور تھیں۔ آپ نے نوسو (۹۰۰) شیوخ (اساتذہ احادیث) سے احادیث نبوی اخذ کیں جب آپ کے عصر کے ستر ائمہ احادیث نے آپ کی علمی جلالت پر گواہی دی تو پھر درس حدیث شروع فرمایا۔ اور یہ ستر علماء حدیث کی شہادت کے امتحان کا معیار یہ تھا کہ حضرت امام مالک نے ایک لاکھ احادیث نبوی لکھ کر ان ائمہ احادیث کے سامنے پیش کیں۔ جیسا کہ آجکل "ڈاکٹر آف لٹریچر" کی ڈگری دی جاتی ہے۔ جس پر آپ کو مسند درس کی اجازت ملی۔

پھر جب احادیث احکام کو منتخب کرکے یہ "مؤطا" لکھی تو اپنے زمانہ

Marfat.com

تمام علماء حدیث کے سامنے پیش کیا۔ جن کی تعداد ہزاروں تک پہونچتی آپ کی زندگی مبارک میں ہی پچاس ہزار علماء نے آپ سے مؤطا سنی۔ اور کے دن تک متداول طور پر کروڑوں نفوس قدسیہ اس کو پڑھتے اور پڑھاتے چلے آرہے ہیں۔ یہ حد تواتر سے بھی بڑا درجہ ہے۔ اور پھر لطف یہ کہ مؤطا امام مالک سنہ ۱۳۰ھ ہجری میں مدون کی۔ آپ اس کی سنہ ۱۳۰ھ والے نسخہ کو اور آج کے سنہ ۱۹۵۴ء والے نسخہ کو، اور درمیانی بارہ سو صدیوں کے ایک ایک نسخہ کو ملا کر دیکھو تو آپ کو ان میں کسی بھی حدیث کے زیر زبر تک کا فرق نظر نہیں آئیگا۔ جو حرف والفاظ و متون و راوی سنہ ۱۳۰ھ کے نسخے میں ہیں۔ وہی بعینہ اسی طرح سنہ ۱۹۵۴ء تک کے نسخوں میں موجود ہیں۔

کیا یہ دلیل قاطع نہیں؟ اس سے بڑھکر بھی کوئی تواتر و تسلسل ہو سکتا ہے؟ خلیفہ ہارون الرشید نے، حضرت امام مالک سے گذارش کی کہ:۔

> میں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ جس طرح حضرت عثمان نے تمام امت کو ایک قرآن پر جمع کر دیا تھا۔ میں امت کو "موطا" پر جمع کر لوں۔

تو حضرت امام نے جواب فرمایا۔

> ایسا نہیں قرآن شریف تو مکمل ایک نسخہ میں سمو دیا گیا تھا مگر میری کتاب حدیث "مؤطا" میں آنحضرت صلعم کی رحلت کے بعد اصحاب رسول تمام ممالک اسلامیہ کے شہر شہر گلی۔ گلی۔ کوچہ کوچہ میں پھیل گئے تھے! اور انہوں نے جمیع امت محمدؐ تک احادیث کو پہونچا دیا تھا۔ اس لئے ہر شہر والوں کے پاس آنحضرت صلعم کی احادیث کے مجموعے موجود ہیں۔ یہ تو علماء

مدینہ کی احادیث میں سے احادیث احکام شرعیہ ہیں۔
(مشکوٰۃ شریف)

ہاں تو ممالک کو، تیسری صدی کے ربع آخر تک علماء نے یعنی ۲۷۵ھ تک کے زمانہ کے علماء حدیث نے بانیہ تکمیل تک پہونچادیا یعنی اس دور میں یہ مساعی جمیلہ کیں۔ ان محدثین کرام نے کہ آنحضرت صلعم کی احادیث کا جتنا بھی ذخیرہ تھا۔ وہ ملک ملک، شہر شہر۔ گاؤں۔ گاؤں۔ گلی۔ گلی۔ کوچہ کوچہ۔ اور گھر گھر سے جمع کرکے مبسوط کتب میں یکجا جمع کر دیا۔ اور علماء جرح و تعدیل نے احادیث صحیحہ کے وضاعین الگ الگ جمع کر دیئے۔ اور احادیث موضوعہ کے اخبار جدا جمع کر دیئے۔ اور پانی کا پانی۔ دودھ کا دودھ الگ الگ کر دیا۔

آج ہمارے سامنے دونوں امور کی روشنی کی طرح صاف شفاف موجود ہیں۔ فللہ الحمد۔ یاد رہے کہ حضرت امام مالک کی مؤطا کے سوا دیگر بھی ایک سو چالیس تالیفات ہیں۔

۴۔ حضرت امام ابوحنیفہ رح | آپ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت ہے اور امام اعظم کے نام سے مشہور ہیں

دنیائے اسلام کے سواء اعظم اہلسنت (حنفیون) کے امام کہلاتے ہیں۔ گو ہم ان نسبتوں حنفی، شافعی۔ مالکی و حنبلی وغیرہ کو نہیں مانتے۔ یہ ایک زمانہ تھا جب [illegible] ضرورت محسوس کی گئی تھی۔ اب یہ قطعاً بیکار و امت میں تشتت و افتراق باعث بنے ہوئے ہیں۔ علماء امت کو چاہیے کہ اب ان نسبتوں کو خیرباد کہدیں۔ اور صرف مسلم ہی کہلائیں۔

ہم نے انہیں سواد اعظم امت کا امام اس نقطہ نگاہ سے لکھا ہے کہ

Marfat.com

قدیماً وحدیثاً۔ ان کی علمی جلالت و فضیلت، امت کے بہت بلند پایہ علماء مجتہد رہے ہیں۔ آپ چونکہ قانون ساز (فقیہ) تھے۔ اس لئے آپ نے احادیث نبوی کے صرف اس حصہ سے اعتنا کیا۔ جس حصہ سے مسائل شرعیہ مستنبط ہوتے تھے۔ اسی بنا پر انہیں "قلیل الروایۃ" کہا گیا ہے۔ اور ایسا قانون ساز کے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ "لکل فن رجال" ہر فن کے لئے جدا جدا مرد ہوتے ہیں۔

آپ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۱۵۰ھ میں بمقام بغداد ہوئی۔ آپ کی زیادہ تعریف کے لئے مولانا شبلی نعمانی کی کتاب نعمان بن ثابت ملاحظہ ہو۔

۳۔ حضرت امام شافعی

آپ کا اسم گرامی محمد بن ادریس ہے۔ آپ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔ عجیب اتفاق یہ کہ اس سال، ایک آفتاب علم (یعنی حضرت امام اعظم) غروب ہوا تو دوسرے آفتاب علم کا طلوع ہوا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے۔ کہ جس روز حضرت امام ابو حنیفہ فوت ہوئے، اسی روز حضرت امام شافعی پیدا ہوئے۔ آپ احادیث نبوی کے بحر ذخار تھے۔ علم حدیث میں آپ کا پایہ اپنے ہم عصروں سے بھی بلند ہے۔ اور سنت رسول عربی کو علی حالہ قائم رکھا۔ آپ دس سال کی عمر میں قرآن پاک کو ختم کر کے حلقہ حدیث میں داخل ہو گئے۔ آپ کا روز اول سے ہی یہ اصل اصول رہا کہ جو حدیث سنتے، لکھ لیتے اور پھر اسے یاد بھی کر لیتے۔

خود حضرت امام شافعی کا قول ہے کہ میں نے سنا کہ امام مالک اس وقت کے امام و مسلمانوں کے آقا ہیں۔ اور ان کی کتاب حدیث موطا

Marfat.com

شرعیہ میں لاجواب ہے۔ تو اس وقت ہی میرے دل میں اس امر نے مضبوط جگہ پکڑ لی کہ ان کی زیارت ضرور کرونگا۔ میں نے مکہ کے ایک شخص سے مؤطا عاریتاً لی (اس وقت آپ سخت نادار تھے۔ اور کتاب خرید نہیں سکتے تھے۔ اسلئے عاریتاً لی) اور مؤطا امام مالک کو زبانی یاد کرکے ساری کتاب کی اصل بھی کرکے اپنے پاس رکھ لی اور اصل کتاب اس کو واپس کردی۔ پھر میں مکہ کے گورنر کے پاس پہونچا اور دو خط اس سے لئے۔ ایک گورنر مدینہ کی نام، اور دوسرا حضرت امام مالک کی طرف، اور اسی وقت مدینہ کا سفر شروع کردیا۔ اور مدینہ پہنچکر مکہ کے گورنر کا خط مدینہ کے گورنر کو دیا۔ اور عرض کیا کہ حضرت امام مالک کو یہاں بلوالو۔ مدینہ طیبہ کا گورنر کہنے لگا۔ بیٹا! حضرت امام مالک کا مرتبہ اس سے کہیں بالا و بلند ہے۔ کہ مدینہ کا گورنر اسے اپنے پاس بلوائے۔ کاش کہ مدینہ کے گورنر کو امام مالک کے دروازے کی خاک ہی نصیب ہوتی البتہ میں تم کو ساتھ لے چلتا ہوں۔ ممکن ہے۔ کہ ایک طالب حدیث کے ذریعہ ان کا دروازہ گورنر مدینہ پر بھی کھل جائے۔ (مطلب یہ ہے کہ ان ائمہ احادیث کو حکمرانوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا تھا۔ اور اپنی شانِ بے اعتنائی قائم رکھتے تھے۔ حالانکہ والیان حدیث، فقیر سے فقیر تک کے لئے ان کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ (الغزنوی) حضرت امام شافعی فرماتے ہیں) پھر مدینہ کا گورنر اپنی سواری پر مجھے بٹھلاکر، حضرت امام مالک کے کاشانہ احادیث نبوی پر حاضر ہوا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے ایک شخص نکلا۔ گورنر نے کہا کہ اپنے آقا سے کہو کہ مدینہ کا گورنر دروازے پر اجازتِ ملاقات چاہتا ہے۔ (اے مرے زمانہ کے سوائے خلق عالم! ایسے عالم ہو۔ (الغزنوی) وہ شخص اندر گیا۔ بہت دیر کے بعد آیا۔ اور کہا کہ حضرت امام مالک فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی مسئلہ

Marfat.com

ہے۔ تو لکھ کر بھیجدو جواب مل جائیگا۔ اور اگر کوئی اور معاملہ ہے تو آپ کو معلوم کہ جمعرات کا دن معاملات حکومت کے لئے مقرر ہے۔ اس دن فیصلہ کروایا جائے
(سبحان اللہ! شان حدیث رسول، ثم سبحان اللہ!! الغزنوی۔)
گورنر مدینہ نے دوبارہ عرض کیا کہ مکہ معظمہ کے گورنر کا ایک سفارشی خط ایک طالب حدیث کے بارہ میں ہے۔ اس کے لئے کاشانۂ احادیث نبوی پر حاضر ہوا ہوں۔ وہ شخص پھر اندر گیا، اور ایک کرسی بھی ساتھ لے آیا کہ اس پر تشریف رکھئے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں۔ اتنے میں ایک کشیدہ قامت بزرگ کوہِ وقار و پر سلیت باہر تشریف لائے۔ گورنر مدینہ کرسی پر بیٹھا نہیں۔ بلکہ کھڑا ہوا تھا۔ اور گورنر کا خط حضرت امام والا مقام کے ہاتھ میں دیا۔ حضرت امام خط پڑھتے پڑھتے جب ان سطور پر پہونچے کہ ایک طالب حدیث بنام محمد ادریس آپ سے احادیث نبوی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو حضرت امام کی آنکھ میں آنسوؤں کی بارش تھی، اور خط پھینک کر فرمایا۔

سبحان اللہ، آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اس درجہ پر آگیا ہے کہ لوگ سفارشی خطوط سے اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں یہ حالت دیکھکر آگے بڑھا۔ اور اپنا شخصی حدیث اور اشتیاق زیارت کا ماجرا سنایا تو حضرت امام مالک نے میری داشت کو سنا۔ اور میری طرف نگاہِ پر از عشق رسول ڈالی اور دریافت فرمایا؟ تمہارا نام؟
میں نے عرض کیا محمد۔!

Marfat.com

حضرت امام نے فرمایا محمد ہاں! محمد۔!!
بس پھر تو میری طرف التفات فرمایا اور مجھے اپنے تلمذ (شاگردی) میں لے لیا۔ اور مجھے احادیث نبوی سنائیں اور فرمایا کل جب آؤ تو کسی ایسے شخص کو ساتھ لے آنا جو مؤطا کا حافظ ہو اور اس کی قرأت کر سکے۔
میں نے عرض کیا حضرت! آپ کی کتاب حدیث مؤطا تو مجھے بھی یاد ہے دوسرے روز میں (امام شافعی) حضرت امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا اور مؤطا بزبان پڑھ کر سنانا شروع کیا۔ جب مدت طویل تک سناتا رہا خیال کیا کہ شاید آپ ملول نہ ہو گئے ہوں۔ اور بس کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت امام فرمانے لگے۔ صاحبزادے! اور پڑھو۔ یہاں تک کہ چند دنوں میں میں نے ساری مؤطا بزبان حضرت امام کی خدمت میں قرأت کی۔ اور آپ نے اسکی تصدیق فرمادی۔ اس کے بعد میں حضرت امام مالک کی رحلت تک آپ کی خدمت میں مدینہ طیبہ میں رہا۔ (اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکات)
حضرت امام احمد بن حنبل جو ائمہ رابعہ میں احادیث کے نہایت ہی بلند مرتبت امام ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے۔ عبداللہ نے ایک روز پوچھا کہ۔ ابا جان! یہ شافعی کون ہیں۔؟ حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ بیٹا! یہ آنحضرت صلعم کی احادیث کے آفتاب عالمتاب ہیں۔
حضرت امام احمد حنبل کے دوسرے صاحبزادے۔ صالح بن احمد سے ہیں۔ کہ ایک دفعہ والد بزرگوار بیمار پڑے۔ تو حضرت امام شافعی آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو دالد ماجد (حضرت امام احمد حنبل) جھٹ کھڑے ہوئے۔ اور اپنی جگہ پر حضرت امام شافعی کو بٹھایا۔ اور عیادت کے بعد دیر تک احادیث نبوی کا تذکرہ رہا۔ جب حضرت امام شافعی جانے لگے

Marfat.com

تو آپ کی سواری کی رکاب تھام لی۔ اور ساتھ ساتھ بیماری کی حالت میں چلتے رہے
حضرت یحییٰ بن معین جو خود ایک بہت بڑے محدث ہیں۔ ان کو جب خبر ملی تو یہ
بزرگوار (احمد) کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ سبحان اللہ۔ آپ بیماری کی
حالت میں بھی۔ ان کی رکاب پکڑ کر چلتے رہے؟ اس پر حضرت والد ماجد نے فرمایا
اے ابو زکریا۔ اگر تم اس کی دوسری طرف کی رکاب پکڑ لیتے تو تمہیں بھی احادیث
نبوی کا بہت بڑا حصہ نصیب ہوتا (اکمال)

حضرت حسین بن محمد زعفرانی کہتے ہیں۔ میں نے جتنی بھی کتب احادیث
لکھیں۔ ان کی تصدیق کے لئے جب بھی حضرت امام شافعی کی خدمت میں
قرآن کی (پڑھ کر سنائیں) تو حضرت احمد حنبل ہر مجلس میں موجود ہوتے تھے
حضرت امام شافعی حسب ذیل ارشاد ہمیشہ ارشاد فرماتے رہتے تھے کہ:

"جو شخص مغرور و غلط نفس داری رکھتا ہو اور ساتھ ہی دنیا کا
طالب بھی ہو۔ وہ علم حدیث حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص
صاحب قناعت اور نفس کو جھوٹے اعزازات سے پاک
رکھنے والا علماء حدیث کی صحبت میں بیٹھنے والا ہو۔ وہ
علوم نبی صلعم حاصل کر سکتا ہے۔ (اکمال)

آپ کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں۔ آپ اپنے وقت کے امام الدنیا
اور مشارق الارض و مغاربھا کے تمام علماء حدیث سے زیادہ عالم حدیث
آپ ۱۹۵ھ میں بغداد تشریف لائے۔ دو برس یہاں رہ کر طالبان احادیث
نبوی کو سیراب کر کے واپس مکہ چلے گئے۔ پھر مصر تشریف لے گئے۔ الغرض
آپ کے علوم حدیث سے تمام اسلامی دنیا جگمگا اٹھی۔

(۴) **حضرت امام احمد بن حنبل:** آپ نے ۱۶۴ھ میں اس دار فانی میں

قدم رکھا۔ اور ۲۴۱ھ میں دار البقا کو مقام اپنایا۔ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم حدیث ہیں۔ آپ فنون صحیح، سقیم اور جرح تعدیل میں بھی بہت بلند مرتبہ تھے۔ آپ کے ہزاروں شیوخ حدیث تھے۔ اور آگے مل کر آپ کے تلامذہ نے امام الدنیا، بلکہ امام الاولین والآخرین کا لقب حاصل کیا۔ ! جیسا کہ:۔

آپ کے دونوں بیٹے، صالح وعبداللہ۔ اور چچا زاد بھائی حنبل بن اسحاق، در امام الدنیا نہیں، نہیں!! بلکہ امام الاولین والآخرین حضرت امام بخاری کو بھی حضرت امام احمد حنبل کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ جن کے جد، دنیائے اسلام کی مائیں! بانجھ ہو گئیں کہ ان جیسے محدث جن سکیں

عقمت انساء ان یلدن بمثلھم۔ (الغزنوی)

دنیا کی عورتیں اس بارے میں بانجھ ہو چکی ہیں کہ علوم حدیث کے ایسے محدث جنیں اور تا قیامت اس باب میں بانجھ ہی رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد صلعم کی احادیث کی تکمیل ارادی۔ حضرت امام الدنیا وامام الاولین والآخرین، حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری کے مقدس ترین ومبارک ترین ہاتھوں سے، کاش! میں ان ہاتھوں کی خاک بھی فضل احمد غزنوی کو ہاتھ لگ جائے تو میں خاک کا سرمہ بنا کر آنکھوں کی روشنی کو نسی روشنی۔ روشنی علم حدیث حاصل کرے۔ فضل احمد۔

محمد بن اسماعیل بخاری ابو لکھو، سلام!

عمر بن اسماعیل بخاری کی والدہ ماجدہ پر!

جس کے بعد عالم اسلام کی مائیں اس کا مثل جننے سے بانجھ ہو چکی ہیں

Marfat.com

لاکھوں سلام!! مجھے شریعت آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیتی نہیں تو میں، اس سنتِ رسول کے پروانے بخاری!

اس سنتِ رسول کے زندہ رکھنے والے بخاری!!

اس سنتِ رسول کے عاشق زار بخاری۔!!!

اس سنتِ رسول کے زندہ وجاوید رکھنے والے بخاری!!!!

اس سنتِ رسول کے ازلی وابدی فنافی الرسول بخاری!!!!

کی خدا ہی جانتا ہے کیا کچھ توصیف وتعریف وثنا نہ کرتا۔

ہاں بس اتنا ہی کہ اے اللہ بخاری پر لاکھوں سلام بھیج۔

بخاری پر لاکھوں سلام؟ اس وقت تک لاکھوں سلام!

جبتک سورج میں تپش باقی ہے۔ جب تک چاند میں نور باقی ہے۔

جبتک ستاروں میں جگمگاہٹ باقی ہے۔ جبتک دریاؤں میں روانی باقی ہے

جبتک سمندروں میں طغیانی باقی ہے ★

سنتِ رسول کے "ابد قائم رکھنے والے بخاری!

سنتِ رسول کے محافظ بخاری!

سنتِ رسول کے جامع بخاری!

سنتِ رسول کے کاتب بخاری!

سنتِ رسول کے حافظ بخاری!

مجسمہ وپیکر سنتِ رسول بخاری! پر لاکھوں سلام۔

ہاں تو ہم ذکر حبیب کے محبوبوں کے ذکر میں تھے۔ یعنی حضرت احمد بن حنبل کے تو آپ کے شاگردوں میں حضرت امام بخاری، حضرت امام مسلم حضرت امام ابوداؤد وغیرہم کو بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے

Marfat.com

حاصل ہے۔ حضرت امام احمد حنبل کو دس لاکھ احادیث ازبر تھیں۔
(ابوزرعہ) اے احمد بن حنبل! تجھ پر لاکھوں سلام!

۵۔ امام الاوّلین والآخرین امام بخاری

آپ کا اسم گرامی محمد بن اسماعیل ہے۔ اور دنیائے اسلام میں حضرت امام بخاری کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی پیدائش بروز جمعہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں ہوئی، اور یکم شوال ۲۵۶ھ میں رحلت فرمائی۔ اس طرح آپ کی عمر مبارک تیرہ دن کم باسٹھ برس ہوئی۔

سب سے پہلے ناظرین کرام حضرت امام بخاری رحمت اللہ علیہ کی وفات و رحلت کی تاریخ زیر نظر رکھیں۔ آپ نے تیسری صدی کے نصف میں انتقال فرمایا۔ یہ اس لئے کہ منکرین حدیث عموماً اس طرز سے لکھتے ہیں۔ کہ صحیح بخاری تیسری صدی میں لکھی گئی۔ گویا کہ تیسری صدی گذرنے پر تھی۔ حالانکہ جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں کہ جس صورت میں احادیث کا جمیع مجموعہ فی الطبقہ خود آنحضرت صلعم کی زندگی میں بھی لکھا ہوا موجود تھا۔ اور پھر صحابہ و اولاد صحابہ و تلامذۂ صحابہ نے متواتر و مستدادل طور پر یکے بعد دیگرے۔ پیہم۔ مسلسل کے ساتھ، ایک دوسرے سے بالتعور ہاتھ لکھتے چلے آئے۔ اور جب کہ ایک دفعہ احادیث کا مجموعہ محفوظ ترین طریقہ پر جمع ہو چکا تھا۔ تو پھر اس سے ایک ہزار سال کے بعد بھی احادیث، جمع کر لی جائیں تو ان کی صحت پر اثر ہرگز نہیں پڑتا۔ جیسا کہ اگر آج بھی کوئی صحیح بخاری سے ہی اور بھی مستند کر کے احادیث جمع کرے تو اصل بخاری (تلخیص بخاری) کی احادیث کی صحت پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ چنانچہ ایک صاحب نے صحیح بخاری کی مکررات حدیث چھوڑ کر "تلخیص بخاری" کے نام سے ایک کتاب لکھی بھی ہے۔

Marfat.com

تاہم، ہم نے بتانا یہ ہے کہ صحیح بخاری بالکل تیسری صدی کی ابتدا ہی میں لکھی گئی تھی، اس طرح کہ :-

سنہ ۲۱۲ھ میں حضرت امام بخاریؒ نے مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں، منبر رسول اور روضۂ مبارک آنحضرت کے درمیان بیٹھ کر جمع کرنی شروع کی اور سنہ ۲۱۳ھ میں جمع کر کے ختم کی۔ حضرت امام بخاریؒ نے یہ مقام اس لئے پسند فرمایا کہ، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ۔

مابین منبری وبیتی روضۃ من ریاض الجنۃ۔

ترجمہ :- "میرے منبر اور گھر (کاشانۂ نبوی) کے درمیان جنت کے باغوں میں سے باغ ہے۔ میں نے جون سنہ ۱۹۵۴ء میں جب پرویز کے فتنۂ حدیث سے آگاہی حاصل کی تو سب سے پہلے ارادہ یہ کیا کہ ایک دفعہ پھر حرمین شریفین چلوں۔ اور حضرت امام بخاری کے منتخب مقام روضہ کا پھر مطالعہ کروں۔ "پھر" اس لئے لکھ رہا ہوں کہ پہلے میں سنہ ۱۹۲۷ء میں چھ برس مکہ معظمہ میں رہ کر احادیث کا دور کر آیا تھا۔ مگر اس وقت اس فتنہ سے ذہن خالی تھا۔ اب جو اس فتنۂ عظیمہ کے رد و استیصال کا عزم بالجزم کیا تو سب سے پہلے یہی کام کیا کہ حرمین شریفین کی زیارت بھی کی اور فریضۂ حج بھی ادا کیا۔ اور خاص مقصد یہ تھا۔ کہ منبر رسول و بیت رسول (اب روضۂ رسول) کے درمیانی مقام و مفاصلہ کا خاص اس خیال سے مطالعہ کروں کہ عاشق صادق آنحضرت صلعم۔ یعنی حضرت امام بخاری نے یہ مقام منتخب کس مقصد خاص سے کیا؟ چنانچہ مدینہ منورہ، بعد ادائگی حج پہونچ کر میں نے اس خاص امر کو ملحوظہ طرکھ کر بغور مطالعہ کیا۔ اور مسجد نبوی کا خاکہ لیا۔

آنحضرت صلعم کے منبر، اور حجرۂ آنحضرت صلعم کے درمیان تقریباً چالیس

Marfat.com

اساس قدموں کا مفاصلہ ہے۔ آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ میں مسجد نبوی
ہے کی دیواریں کچی تھیں، اور چھت پر کھجور کی شاخیں ڈالی ہوئی تھیں، اور شما
لے قبلہ سے بائیں ہاتھ کو تقریباً پچیس پچاس قدموں کے فاصلہ پر آنحضرت
صلعم کا کاشانہ نبوی تھا۔ جو خود بھی کچا تھا، اور جس کی بلندی اتنی تھی۔ کہ
کھڑے ہو کر چھت تک ہاتھ پہونچ سکتا تھا۔ بالکل اس طرح، جیسا کہ آجکل
مساجد کے ساتھ پیش امام کے حجرے ہوتے ہیں۔

اب چونکہ مسجد نبوی و کاشانہ نبوی دونوں کی ہیئت بدل چکی ہے مگر
میں نے احادیث نبوی اور تاریخ مسجد نبوی سامنے رکھ کر یہ امر کی تحقیق کی
"مابین بیتی و منبری" ممبر رسول و روضہ مبارک رسول کے درمیان
والے مقام پر آج بھی یہ برکت ہے کہ وہاں جو بھی جائز دعا کی جائے۔ سماً
قبولیت کا درجہ پاتی ہے، چنانچہ میں نے وہاں سب ذیل دعائیں مانگیں

۱ اے بارخدایا! مجھے میرے زمانہ کے جمیع علماء سے قرآن و حدیث کا
علم زیادہ عطا فرما۔

۲ یا بارتعالیٰ، مجھے میرے زمانہ کے تمام لوگوں سے زیادہ متقی پرہیزگار
و تابع قرآن و سنت بنادے۔

۳ یا ربِ محمد! اور نہیں تو کم از کم ظفر اللہ کو وزارت خارجہ پاکستان
سے نکال دے

۴۔ یارب کعبہ! مجھے پاکستان کی حکومت عطا کر تاکہ وہاں میں تیرا اور
تیرے رسول کا دستور قائم کروں۔ مبشرطیکہ۔ اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ
اگر تو نے مجھے حکومت دی تو میں حضرت ابوبکر و عمر و عمر بن عبدالعزیز کے
نقش قدم پر چلوں تو! لیکن تیرے علم ازل میں یہ ہے کہ فضل احمد بھی

Marfat.com

حکومت ملنے کے بعد بھی جائیگا تو پھر مجھے حکومت مت دنیا۔ بلکہ یہ توفیق دے کہ تیرے قرآن اور تیرے احادیث کی خدمت کروں، اور دنیا سے فتنہ انکار حدیث کی جڑیں کھود پھینکوں۔

اور ایک دعا اپنے ذات کے لئے لی کہ ایک شخص سے میں نے ۱۰ ہزار روپیہ لینا تھا کہ وہ خرد برد کر گیا تھا۔

۵۔ اے حق تعالیٰ! اس ناصب سے مجھے میرا حق دلادے!

خدا شاہد ہے اور وہ دعا نمبر ۳ کی دنیا بھی شاہد ہے کہ دعا نمبر ۳ اور دعا نمبر ۵۔ حق تعالیٰ نے قبول فرمالیں۔ ظفر اللہ صاحب۔ خواہ کسی طرح بھی وزارت پاکستان سے نکالدئے گئے اور اس ناصب نے میرا حق مجھے میری حج سے واپسی کے بعد خود آکر میرے گھر پر مجھے دیدیا۔

اتنی دعاؤں کا انتظار ہے کہ رب محمد ضرور قبول فرمائیگا۔ البتہ دعا اور امت کا فیضان قلب فضل احمدیں سرائیت کر رہا ہے۔ اور دعا نمبر ۴ کا پچھلا حصہ بھی جامہ قبولیت بتدریج پہن رہا ہے۔ مطلب میرا یہ ہے کہ جب ہمارے جیسا شخص چودھویں صدی جو دعائے نیک جائز مانگتا ہے وہ بھی آج بھی قبول ہوتی ہیں۔ تو حضرت امام بخاری جیسے معصوم تو نہیں مانتے مگر وہ اپنے وقت کے اتق الخلق تھے سب سے زیادہ خدا سے ڈرنیوالے تھے سب سے زیادہ اتباع قرآن و سنت کرتے تھے، سب سے زیادہ پرہیزگار تھے۔ سب سے زیادہ نیک بندۂ خدا تھے۔ اور پھر ان کا مقصد، احادیث صحیحہ کا جمع کرنا۔ اتنا نیک مقصد تھا کہ اس وقت کی دنیا میں اس سے زیادہ، اس تقدس کا کوئی بھی حامل نہ تھا تو کیا یہ ممکن تھا کہ ایسی ہستی کی رب احادیث محمد دعا قبول نہ کرتا اور ان کی سعی جمیل و مقبولیت کا درجہ حاصل نہ کرتیں۔ یہ قبول و مقبولیت تو اس

اس وقت سے لے کر آج تک ساری امتِ محمد کا اس بات پر اجماع ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد، سب کتابوں میں، صحیح بخاری صحیح ترین کتاب ہے۔ اور جب صحیح بخاری کو خود حضرت امام بخاری کی زندگی میں اُسی لوے ہزار نفوس قدسیہ نے، حضرت امام سے سنا پڑھا اور لکھا۔ اور آج تک لاکھوں در لاکھوں مسلسل کے ساتھ، ہر زبان میں لکھوکھا امت محمدیہ اس کو پڑھتی اور یاد کرتی رہتی ہے۔ جس سے بڑھ کر قرآن شریف کے بعد تواتر کسی کتاب پر مجتمع ہوا ہی نہیں۔ اور ۲۳۰ھ سے لے کر آج ۱۳۵۴ھ تک۔ تمام ممالک اسلامیہ دینی درسگاہوں میں۔ طلبائے احادیث نبوی کو پڑھائی جاتی ہے۔ اور اس کی شرحیں ہزاروں کتب میں لکھی گئیں، فللہ الحمد۔

حضرت امام بخاری نے، آنحضرت صلعم کی احادیث کے مختلف مجموعوں کو اکٹھا کرنے کے لئے دنیائے اسلام کے تمام مراکز کمال کا دورہ کیا۔ جہاں کہ احادیث ازبر کیں۔ پھر ان میں سے جو ان کی شروط کے مطابق صحیح تھیں ایک علیحدہ کتاب میں جمع کر دیں۔ جس کا پورا نام۔

الجامع الصحیح عن اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحوالہا

آپ کے اساتذہ، جن سے ممالک اسلامیہ کا چپہ چپہ چھان کر احادیث لکھیں ہزاروں تک پہونچتے ہیں۔ ایک ہزار اور (۱۰۸۰) اساتذہ کرام ہیں جن سے صرف ایک ایک حدیث حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مکی بن ابراہیم بلخی۔ عبداللہ بن موسیٰ عبسی۔ ابو عاصم شیبانی (علی بن المدینی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور عبداللہ بن زبیر حمیدی خاص طور پر

Marfat.com

قابل ذکر ہیں۔ اور آپ کے تلامذہ (شاگردوں) کی تعداد لاکھوں تک پہونچتی ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں جنکے میں امام بخاری کا شاگرد ہوا۔ اس وقت نوّے ہزار (۹۰۰۰) علماء حدیث آپ کے شاگرد بن چکے تھے۔

آپ کے اساتذہ (استاد) آپ کے تبحرِ علمی کو دیکھ کر کہا کرتے تھے۔ کہ جیسے صحابہ میں حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ تھے، ویسے محدثین میں امام بخاری ہیں۔ صحیح بخاری کے علاوہ بھی آپ کی بہت ساری تصانیف ہیں۔

صحیح بخاری

جب آپ صحیح بخاری جمع کر کے تکمیل تک پہونچا چکے تو، آپ نے اپنے زمانہ کے ہزاروں ائمہ حدیث کے سامنے اسے پیش کیا۔ سب نے اسے پڑھ سنکر، باتفاق رائے صحیح تسلیم کیا۔ اور اس کی تمام احادیث کی صحت کا اقرار کیا۔ بالخصوص امام احمد بن حنبل یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، یہ حضرات خود اپنے زمانہ کے ائمہ حدیث تھے۔ بعض علماء حدیث نے۔ بخاری کی چار احادیث میں اختلاف کیا۔ صحت میں نہیں، بلکہ اسناد میں۔ مگر جمیع محققین محدثین ان چاروں حدیثوں کے بارہ میں بھی حضرت امام بخاری ہی کے قول کو ترجیح دی آپ عموماً فرمایا کرتے تھے کہ

میں نے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی نجات کا وسیلہ اسی صحیح بخاری کو بنایا ہے۔

حضرت امام بخاری کا اپنا ارشاد ہے کہ:۔

"میں نے ہر حدیث لکھنے کے وقت پہلے وضو کیا۔ پھر دو رکعت نماز ادا اس کے بعد صحیح بخاری میں حدیث کو لکھا"

اس طرح یہ کتاب جو قرآن شریف کے بعد دنیا بھر کی کتابوں سے صحیح ترین ہے، سولہ سالوں کی مدت میں تکمیل پذیر ہوئی۔

حضرت امام احمد حنبل عام طور سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ:۔

"خراسان نے محمد بن اسماعیل بخاری جیسا محدث پیدا نہیں کیا۔

حضرت ربجار بن مرجی فرماتے ہیں۔ کہ:۔

محمد بن اسماعیل بخاری آیۃ من ایات اللہ علی ارض اللہ۔ امام بخاری اللہ تعالیٰ کے نشانوں سے، اللہ کی زمین پر ایک چلتا پھرتا نشان ہیں

حضرت محمد بن اسحاق کہتے ہیں۔

میں اس فضائے آسمانی کے نیچے کسی بھی شخص کو محمد بن اسماعیل بخاری سے احادیث نبوی کا۔ بڑھکر عالم و حامل نہیں دیکھا۔

احترام حدیث میں حضرت امام بخاری۔ حضرت امام مالک کے نقش قدم پر چلے۔ یعنی جب شاہِ بخارا، خالد بن احمد ذہلی نے درخواست کی کہ مجھے صحیح بخاری میرے پاس آکر پڑھاؤ، تو آپ نے کہلا بھیجا کہ میں احادیث نبوی کا درجہ اتنا نہیں گرانا چاہتا کہ حاکموں کے دروازوں پر لئے پھروں۔ آپ کو شوقِ حدیث ہے۔ تو شوق سے میرے درس میں شامل ہوجایا کریں۔

پھر حاکم بخارا نے گذارش کی کہ میرے بچوں کے لئے خاص علیحدہ وقت مقرر کریں۔ تاکہ عام لوگوں سے امتیاز کے ساتھ وہ حدیث پڑھیں۔ آپ نے یہ درخواست بھی ٹھکرادی، اور کہلا بھیجا کہ درس احادیث نبوی میں طالبانِ حدیث کا درجہ شاہ اور شاہزادوں سے بہت بلند ہے۔ (اکمال)

الغرض، اگر آج صحیح بخاری ہمارے پاس موجود نہ ہوتی۔ تو اسلامی دنیا احادیث نبوی کے علوم و احادیث صحیحہ کے بہت بڑے حصہ سے محروم ہوجاتی مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا۔ اور مشیت ایزدی چاہتی کہ اس کے محبوب مدنی کے اقوال بھی مثل قرآن، محفوظ رہیں۔ اور اس کا ذمہ بھی رب محمد نے اپنے ذمہ لیا تھا

Marfat.com

اس کی تفصیل نحن نزلنا الذکر میں گزر چکی۔ فللہ الحمد۔ بخاری پر لاکھوں سلام: (فضل احمد)

۶۔ حضرت امام مسلم بن حجاج

آپ کا اسم گرامی مسلم ہے، اور حجاج بن مسلم کے بیٹے ہیں۔ ۲۰۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے، اور ۲۶۱ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ حضرت امام بخاری کے شاگرد رشید ہیں۔ علم حدیث میں آپ کا مرتبہ بخاریؒ سے دوسرے درجہ پر ہے۔ آپ کے اور حضرت امام بخاریؒ کے اساتذہ تقریباً سب کے سب مشترک ہیں۔ جن میں عظیم المرتبت یہ ہیں۔

یحییٰ بن یحییٰ، قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل عبداللہ مسلمہ، ان کے علاوہ آپ کے شیوخ کی تعداد ہزاروں تک پہونچتی ہے۔ آپ کو تین لاکھ احادیث ازبر تھیں۔ جن میں سے احادیث صحیحہ کا انتخاب کرکے آپ نے "صحیح مسلم" لکھی۔ چنانچہ آپ کی کتاب حدیث صحیح مسلم کو دنیائے اسلام نے قرآن شریف کے بعد اصح الکتب مانا ہے۔ تو اب اس گنبد نیلی گوں کے نیچے ہمارے ہاتھوں میں آج یکم جنوری بوقت ۱۱ بجے شب (کیونکہ اس وقت بھی میں یہ کتاب تحریر کر رہا ہوں۔ تین احادیث، اصح الکتب ہیں۔

۱۔ صحیح مؤطا امام مالک۔ ۲۔ صحیح بخاری۔ ۳۔ صحیح مسلم۔

امام مالک کی مؤطا کو تو اصح الکتب سے دنیائے اسلام نے وقت سرفراز کیا جب صحیح بخاری و صحیح مسلم ابھی جمع بھی نہیں ہوئی تھیں۔ جب صحیح بخاری جمع کی گئی تو اس کو بھی ساری دنیائے اسلام نے اصح الکتب مانا، اور جب صحیح مسلم منصہ تدوین میں آئی تو اسے بھی

Marfat.com

کا شرف حاصل ہوا۔ اس طرح آج ہمارے ہاتھوں میں، مجمع احادیث نبوی سے تین کتب احادیث صحیحہ کا مجموعہ ہیں۔ جن پر تمام امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلات والسلام کا اجماع ہے۔ اور ہم بتا آئے ہیں کہ اجماع امت کی گواہی، خود قرآن پاک دے رہا ہے۔ کہ جس بات پر تمام امت کا اجماع ہو جائے۔ وہ عین منشاء خداوندی ہوتا ہے عین حکم خداوندی ہوتا ہے۔ عین حق ہوتا ہے۔ اور عین مراد قرآن ہوتا ہے۔

گمان ہے کہ منکرین حدیث بعض باطل اور زندیق فرقوں کا نام پیچ میں لے آئیں کہ ان زنادقہ کا اختلاف ہے۔ تو ہمارا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک نے امت محمدی کے اجماع کو حق قرار دیا ہے۔ امت کے زندیقوں مجرسیوں، اور منافقوں کا اختلاف کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

اس طرح سے ان شکوک کا ازالہ بھی ہو گیا۔ جو بعض سطحی ذہنوں میں اٹھتے ہیں۔ کہ کوئی موطا کو اصح الکتب کہتا ہے۔ کوئی "بخاری" کو اور کوئی "مسلم" کو۔ ازالہ اوہام یہ کہ تینوں کتب اپنی اپنی جگہ پر اصح الکتب ہیں۔ لہٰذا اجماعاً تینوں کی تینوں اصح الکتب ہیں۔ اس لئے ہم نے گزشتہ اوراق میں۔ منکرین حدیث کو چیلنج کیا ہے کہ ان تینوں کتابوں، سے اگر ایک بھی حدیث موضوع ثابت کر دو تو ہم تمہارے دعاوی مان لیں گے۔ اور ایسا یہ منکر قیامت تک نہ کر سکیں گے۔ اگرچہ ۱۹۵۴ء کے یہ زنادقہ امت ایڑی دوڑی کی چوٹی کا زور لگا لیں۔ فاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔ اور ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ منکر قیامت تک ایک بھی حدیث ان کتب، سے، موضوع ثابت ہرگز ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ ویسے گھر بیٹھ کر، بیشک سارے دفتر حدیث کو موضوع بنائے بیٹھے رہیں۔ گھر بیٹھ کر تو لوگ بادشاہوں کو بھی گالیاں دیتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

الغرض حضرت امام مسلم نے "صحیح مسلم" حضرت امام بخاری کے نقش قدم پہ مدون کی۔ اور آخری مرتبہ جب حضرت امام بخاری نیشاپور آئے۔ تو حضرت امام مسلم، ہر وقت آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ اگر صحیح بخاری نہ ہوتی تو صحیح مسلم کبھی نہ ہوتی۔

۷۔ حضرت امام ابوداؤد۔

آپ کا اسم گرامی سلیمان بن الاشعث ہے آپ کی پیدائش ۲۰۲ھ میں ہوئی۔ اور وفات ۲۷۵ھ میں پائی۔

حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے یہ التزام کیا تھا کہ اپنی کتابوں میں یعنی "بخاری" و "مسلم" میں، صرف احادیث صحیحہ کو جمع کر دیں۔ اور ایسا کر دیا۔ اس لئے ان دونوں کو "صحیحین" (دو صحیح کتابیں) کہا جاتا ہے۔ حضرت امام بخاری و مسلم کی صحیح حدیث کے لئے چونکہ شرائط بہت سخت تھیں۔ اور جو احادیث اس معیارِ صحت پر برابر نہ اترتیں، وہ خواہ صحیح بھی ہوتیں۔ تب بھی شیخین (بخاری و مسلم) ان احادیث کو اپنی صحیحین میں جمع نہ کرتے۔ اسی لئے حضرت امام بخاری نے دگر احادیث اپنی دوسری کتب میں جمع کر دیں۔ اور آپ کے شاگردوں میں سے چار ائمہ حدیث نے یعنی ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان احادیث کو جو شیخین نے صحیحین میں درج نہیں کی تھیں۔ اور اپنی دگر کتب میں جمع کر دی تھیں۔ مذکورۃ الصدر ائمہ اربعہ نے ان احادیث میں سے بھی اپنی کتب میں درج کر لیں۔ کیونکہ ان کی شرائط صحت، شیخین سے کم تھیں۔

حضرت ابوداؤد کے بھی ہزاروں شیوخ حدیث ہیں۔ اور اسی طرح آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز ہے۔ آپ کے اساتذہ

Marfat.com

(استادوں) میں حسب ذیل بہت بلند پایہ محدثین تھے مسلم بن ابراہیم سلیمان بن حرب۔ عبداللہ بن مسلمہ یحییٰ بن معین۔ احمد بن حنبل۔

آپ نے "ابوداؤد"، لکھکر، اپنے تمام اساتذہ کے سامنے پیش کی بالخصوص حضرت احمد بن حنبل نے اسے بہت پسند فرمایا۔ اور اسکی تصدیق کی۔ حضرت امام ابوداؤد کو پانچ لاکھ احادیث ازبر تھیں۔

ایک امر ہمیشہ کے لئے دلنشیں کر لیا جائے۔ کہ یہ جو احادیث نبوی کی تعداد دس لاکھ تک پہونچتی ہے۔ اور اس کا ثبوت ہم ابتدا میں پیش کر آئے ہیں۔ کہ ہر انسان اوسطاً چوبیس گھنٹوں میں چھتیس ہزار کے قریب کلمات بولتا ہے۔ اس طرح تئیس برسوں کی رنگین نبوت میں دس لاکھ احادیث کا ارشاد فرمانا بالکل حتمی اور یقینی ہے۔ پھر چونکہ صحابہ و تابعین نے آنحضرت صلعم کا ہر "بول"، محفوظ کر لیا تھا۔ مگر ہر "بول"، ظاہر ہے کہ "حدیث تشریعی" نہ تھا۔ بلکہ آپ کا ہر وہ نطق مبارک، جو تشریعی تھا۔ ان کے ساتھ محدثین اصولیین نے زیادہ اعتنا کیا۔

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ صحاح ستہ، یا موطا (امام مالک ۲ بخاری۔ ۳ مسلم، ۴۔ ابوداؤد۔ ۵ ترمذی۔ ۶ نسائی۔ اور ۷ ابن ماجہ میں۔ عموماً وہی احادیث ہیں۔ جن سے احکام شرعیہ کا استنباط ہوتا ہے۔ اور اس لئے زمانہ سے ہم ان کتب صحاح کا پڑھانا۔ قدیماً و حدیثاً تواتر و تسلسل کے ساتھ لازمی چلا آرہا ہے۔

تو جہاں۔ ایک طرف، اصولیین محدثین نے۔ اپنی کتب میں ان ہی احکامی احادیث کو جمع کیا۔ وہاں دوسری طرف دیگر کتب، حدیث میں تمام کے تمام احادیث نبوی جمع کر دی گئیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض محدثین، ائمہ

احادیث نے محض اس خیال سے کہ جس بھی عبارت پر، حدیث کا اطلاق ہو اس کو بھی اس لئے جمع کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنحضرت صلعم کی کوئی حدیث محفوظ ہونے سے رہ جائے۔ اس لئے بعض ائمہ احادیث نے، صحیح و غیر صحیح سب احادیث کو جمع کر لیا۔ جو بعد میں ائمہ اسماء الرجال اور علماء جرح و تعدیل نے موضوعات کا طومار جدا کر دیا۔ اور احادیث صحیحہ کی الگ نشاندہی کر دی۔

آج ہم فخر کے ساتھ سر بلند کر کے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس

۱۔ احادیث صحیحہ کی فلاں کتب ہیں۔ اور

۲۔ صحیح و غیر صحیحہ کی مخلوط فلاں کتب ہیں اور

۳۔ موضوعات کی فلاں کتب ہیں۔

لہٰذا ہمارے پاس دین کی کامل و مکمل روشنی موجود ہے۔ جس میں کسی قسم کے اندھیرے اور شک و شبہ کا کوئی گذر ہے ہی نہیں۔ فللہ الحمد اور ان "صحاح ستہ" میں "ترمذی" "ابوداؤد"، اس نظام سے جمع کی ہیں۔ کہ ان دونوں حضرت نے ہر حدیث کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔

خود حضرت ابوداؤد کا ارشاد ہے کہ

کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث سے ان احادیث کا انتخاب کیا (یہ لفظ انتخاب بتلا رہا ہے کہ ان محدثین عظام نے کس نکتہ اور کس نقطہ نگاہ کے ماتحت اپنی صحاح مدون کیں) جو ۱۔ صحیح، ۲۔ مشابہ صحیح اور ۳۔ قریب صحیح بن سکے پائیں۔ اور یہ چار ہزار آٹھ سو احادیث ہیں۔ ان میں سے ایک سچے مسلم کو اپنے ایمان کی سلامتی کے لئے صرف چار احادیث بھی کافی ہیں۔

۱۔ انما الاعمال بالنیات، عملوں کا مدار نیتوں پر ہے (یہ حدیث صحیحین میں ہی

Marfat.com

ہے۔ (الغزنوی)

۲ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ مسلمان کے اسلام کی خوبی یہ ہے۔ کہ بیہودہ باتیں بنانا چھوڑ دے

۳۔ لا یکون المرء مومنا حتی یرضی لاخیہ ما یرضی لنفسہ کوئی بھی مسلمان اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی (مسلم) کے لئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۴ الحلال بین والحرام بین الخ حلال بھی ظاہر ہے۔ اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں بھی ہیں۔ (ان مشتبہات کے پیچھے مت پڑو۔ الغزنوی) ان کے اس قول سے مجھے حضرت ابن عباس کا وہ قول یاد آیا جو۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر صرف دو آیتوں پر بھی کوئی عمل کرے، تو اس کی نجات کے لئے کافی ہیں۔

۱ فاما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی۔ فان الجنۃ ھی الماوی (قرآن)

ترجمہ:۔ "پس جو اس امر سے ڈرا۔ کہ اسے (ایکدن) اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر (اپنے عملوں کی جوابدہی کرنا ہے) اور اپنے نفس کو خواہشات حیوانیہ سے بچایا تو اس کی ابدی جگہ "الجنت" ہے"

۲ واما من طغی وآثر الحیات الدنیا فان الجحیم ھی الماوی (النازعات)

ترجمہ "اور جس نے (اللہ اور اس کے رسول کے حکموں سے) سرتابی کی اور صرف دنیا ہی کی زندگی کو اختیار کر لیا۔ تو اس کا ہمیشہ کا ٹھکانہ جہنم ہے"

یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ دنیا کو بھی اختیار کرنا منع نہیں، جب دنیا اور آخرت دونوں علیٰ حد ھما ساتھ ساتھ رہیں تو تعمیناً عین منشاء رب العزت

Marfat.com

ہے۔ آتنا فی الدنیا حسنہ وفی الاخرۃ حسنۃ۔ ہاں، آخرت کو چھوڑ دنیا۔ اور صرف دنیا ہی اختیار کرلینا، یقیناً کفار کا پیشہ ہے۔ (الغزنوی)

حضرت ابوبکر خلال فرماتے ہیں۔

حضرت ابوداؤد۔ تخریج علوم، معرفتِ استنباط اور استخراجِ احکام میں، اپنے اساتذہ کے بعد اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

حضرت ابوداؤد فرماتے ہیں۔ میں نے ایسی کوئی حدیث درج نہیں کی جس کے ترک پر تمام آئمہ کا اتفاق ہو۔ (ر)

۱۸۔ حضرت امام محمد بن عیسیٰ ترمذی۔

آپ کی پیدائش ۲۰۹ھ میں اور وفات ۲۷۹ھ میں ہوئی۔

آپ نے صحیح ترمذی کے نام سے جو کتاب لکھی، اس میں آپ نے صرف وہ احادیث جمع کیں جن کے متعلق، انواع حدیث کی تمام نشاندہیاں کردیں جیسا کہ "صحیح"، "حسن"، اور "غریب" وغیرھا۔ کتاب کے آخیر میں آپ نے کتاب العلل کے نام سے ایک حصہ لکھا ہے۔ جس میں نقد و بصر، جرح اور تعدیل کے اصول بیان کئے ہیں۔

"صحیح ترمذی" کے سوا بھی آپ نے بہت ساری کتب لکھیں۔ مگر "ترمذی" میں آپ نے احادیثِ احکام تشریعی اور ان کی نشاندہی کا التزام کیا۔

جب آپ نے "صحیح ترمذی" جمع کی تو اپنے زمانہ کے جمیع علماء حدیث کے سامنے پیش کی۔ جنہوں نے اسے پسند فرمایا۔ اور مہر تصدیق ثبت کی۔

(اس طرح ہر دور کے علماء حدیث کا ہر کتاب حدیث پر اجماع ہوتا چلا آیا ہے۔ اور اجماع امت کو خود قرآن شریف فرمایا ہے کہ وہ "حق" ہے۔ اور عین منشاء خداوندی ہے غیر سبیل المومنین آیت پڑھو۔ الغزنوی)

Marfat.com

۹۔ احمد بن شعیب نسائیؒ آپ ۲۱۵ھ میں بمقام مکہ پیدا ہوئے۔ آپ علمار حدیث میں اپنے ہم عصروں میں بہت بڑے عالم حدیث ہیں۔ وفات ۳۰۳ھ میں پائی۔ آپ کی کتاب حدیث سنن صغریٰ پر آپ کے زمانہ کے جمیع محدثین کا اتفاق ہے مشہور صحاح ستہ میں سے آپ کی "نسائی" ہے۔

۱۰۔ ابن ماجہ آپ کا اسم گرامی محمد بن یزید بن ماجہ ہے۔ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کی کتاب حدیث "ابن ماجہ" کے نام سے مشہور ہے۔ بہت بڑے عالم حدیث تھے۔

۱۱۔ عبداللہ دارمی اسم گرامی عبداللہ بن الرحمان ہے۔ ۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ آپنے یہ کوشش کی۔ کہ جن بھی احادیث کو آنحضرت صلعم کی طرف نسبت ہے، سب جمع کر دی جائیں۔ اس لئے ان کی کتاب "دارمی" میں ربط و یا بس سب کچھ ہے۔ اور علمار جرح و تعدیل نے ان کی احادیث غیر صحیحہ کی نشاندہی کر دی ہے

اب ہمارے تصریحات کے مطابق تیسری صدی کے ۳۰۳ھ تک کے محدثین عظام کا ذکر مبارک ختم ہوا۔ کیونکہ حضرت امام احمد بن شعیب نسائی نے ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تیسری صدی کے اختتام تک احادیث نبوی کی صحت جرح، تعدیل کا کام تکمیل پذیر ہوا۔ اس کے بعد احادیث نبوی کے بارے میں تحقیق کا باب ختم ہو گیا تیسری صدی ہجری کے بعد جو بھی کتب احادیث مدون ہوئیں۔ ان کے لئے امت مرحومہ پابند نہیں۔ کیونکہ چوتھی صدی ہجری یا اس کے بعد جو بھی کتب احادیث جمع ہوئیں سب کی سب ان ہی کی خوشہ چیں ہیں۔

چوتھی صدی کی کتابوں (ماسوا ان احادیث کے جو "صحاح ستہ" میں آچکی ہیں۔ اور وہ بھی چوتھی صدی کے بعد کی کتب میں بھی جمع کر دی گئی ہوں۔ وہ تو یقیناً اس ہنج پر صحیح ہیں۔ جس نمط پر، ان علماء نے ان میں اعتبار کیا ہے۔ مگر ان کے سوا، جو بھی احادیث چوتھی صدی کے بعد جمع کی گئی ہیں۔ ان میں یقیناً مجال کلام ہے۔ اور وہ محل نظر ہیں۔ اور یہ ہے مولودیے ہے۔ قل اعوذ۔ ئے۔ اور جمعراتی ملوا نے عموماً ان ہی احادیثِ محل نظر کو اپنے قصوں، کہانیوں، افسانوں اور وعظوں میں جہلاء کو سناتے ہیں۔ اور منکرین حدیث ان ہی کتب پر اپنی ابلیسیت کا ہوائی قلعہ بناتے ہیں (الغزنوی)

ہمارا موقف

ہمارا موقف یہ ہے کہ اور یہی انشاء اللہ صحیح موقف ہے۔ ہم اپنے موقف کو صحیح اس لئے لکھ رہے ہیں کہ ہم اپنے مقام کی تائید میں۔ قرآن، حدیث اور ائمہ احادیث کے دلائل پیش کر آئے ہیں۔

۱۔ کتاب اللہ کے بعد آج دنیا میں صرف تین کتب احادیث ہیں۔ جن کے متعلق ہمارا دعویٰ ہے کہ ان میں ایک حدیث بھی موضوع نہیں۔ اور یہ

الف:۔ مؤطا امام مالک۔

ب:۔ صحیح بخاری۔ اور۔ ج۔ صحیح مسلم۔

۲۔ ان تینوں کے سوا رجتنی بھی کتب احادیث ہیں۔ ان میں مجال غور و نکر اور میدان جرح و تعدیل ہے۔

۳۔ تیسری صدی ہجری کے بعد جو کتب احادیث ہیں۔ ان میں ربط۔ و یا بس سب کچھ ہے۔ اور مجالِ کلام یقیناً ہے۔

الف۔ ان کو تکبیر مرفوع (قلم کر دو تو حرج نہیں۔ مگر یاد رہے۔ کہ ان

بزرگانِ دین نے کی مساعی جمیلہ کا انکار کرنا یقیناً کفرانِ نعمت ہے۔ ان کے بارے میں ہمارا مقام یہ ہے کہ ان میں زیادہ سے زیادہ تحقیق و تعیّن کا پہلو نکلتا ہے۔ یکلخت مسترد کرنا، صحیح موقف ہرگز نہیں۔ میں بعون اللہ تعالیٰ یہ کوشش کرونگا۔ کہ ان میں سے احادیث صحیحہ کا ایک الگ مجموعہ جمع کر دوں۔ مگر چودھویں صدی کے منکرین حدیث سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مگر "صحاح سبعہ" میں کسی کلام کی مجال نہیں۔

۵۔ ہاں۔ یہ امر بھی ذہن نشین کر لیا جائے۔ کہ "صحاح سبعہ" میں سب احادیث ہی نہیں ہیں۔ بلکہ اقوال صحابہ بھی ہیں جن کے فتاوی بھی ہیں۔ اقوال تابعین بھی ہیں۔ ان کے فیصلے بھی ہیں۔ اور احادیث شرعیہ بھی ہیں۔ ان "صحاح سبعہ" کی احادیث میں تو مجال کلام کسی فرد و بشر کو نہیں۔ حتیٰ کہ ساری دنیا کو ملکر بھی نہیں۔ ہاں احادیث کے سوا اقوال و فتاویٰ ان کی ضروریات عصر کے متعلق ہیں۔ اور ہمارے زمانہ میں وہ ضروریات باقی نہ رہی ہوں۔ سوا ان تعامل صحابہ کے اور تعامل صحابہ بھی وہ جس کا تعلق اصول دین سے ہو۔ نہ کہ ان کے زمانہ کے کسی جزوی معاملہ سے۔ جیسا کہ یہودیوں کا معاملہ تو وہ ہم پر واجب نہیں۔ (منکرین حدیث کے سرخیل پرویز کو جب میں جولائے ۱۹۵۴ء میں ملا کیونکہ جب میں نے جون ۱۹۵۴ء میں سنا کہ منکرین حدیث کی پاکستانی چوکڑی کا رنگ لیڈر (Ring Leader) پرویز ہے۔ تو میں نے ضروری سمجھا کہ اس کا رد لکھنے سے پہلے اس سے ملاقات کر کے اس کی شخصیت کا بھی تعارف حاصل کر لیا جائے۔ تو جب میں اس کو ملا۔ اور اسے ایک گنڈا منڈ پنڈت کی طرح پایا۔ اور درمیان گفتگو میں جب اس نے یہ کہا کہ بخاری شریف میں جو کچھ ہے وہ سب احادیث ہیں۔ تو میری حیرت کی

Marfat.com

انتہا نہ رہی کہ جس جاہل اجہل کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ مشتملات بخاری کیا ہیں؟ اور جو کچھ بخاری میں ہے۔ سب کو "حدیث" سمجھے تو ایسا نا معقول شخص اگر حدیث کا منکر بن بیٹھے تو اس میں اس کا قصور نہیں۔ بلکہ اس کی جہالت ابی۔ لہبیت اور ابو جہلیت کا دخل ہے۔ (الغزنوی)

تو میری مراد یہ ہے کہ "صحاح سبعہ" میں جو صرف احادیث ہیں۔ ان میں تو ردو بدل و تغیر کا حق ساری دنیا کو بھی نہیں۔ ہاں۔ جو احادیث نبوی کے ماسوا ان کی محتملات ہیں۔ وہ اگر منیاد دین نہیں۔ تو ان میں مجال کلام یقیناً ہے۔ آپ بصد ذوق اسے قبول کرلیں یا نہ، آپ کو حق ہے۔ کیونکہ ان کی احادیث پر اجماع امت ہے۔ اور اجماع امت اور فیصلۂ قرآنی عین منشا رحق تعالیٰ ہے۔

۶۔ اور تیسری صدی ہجری کے بعد کی کتب کے لئے کوئی بھی شخص پابند نہیں بیشک اچھی چیز قبول کرے۔ اور محل نظر رد کردے۔

۷۔ اجتہاد کا دروازہ نہ کبھی بند ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ مگر اجتہاد کا مجاز صرف وہ شخص ہے۔ جو علوم قرآن، علوم حدیث، علوم فقہ اور علوم عربیہ میں اپنے ہم عصروں سے ممتاز ترین ہے۔

۸۔ ہم ہر ہوا الہوس و عبدالشہوات جاہل کو اجتہاد کا حق نہیں دے سکتے۔

۹۔ آج سے قبل جتنے بھی فقہی مسائل ہیں (مسائل احادیث نہیں) وہ اگر آج ہماری ضروریات زمانہ کے مطابق نہیں تو یقیناً ہم ان کے پابند نہیں۔

۱۰۔ آج بھی امت کو اختیار ہے کہ قرآن و حدیث کے بنیادی اصولوں کے ماتحت، وہ اپنے ضروریات عہد حاضر کے مسائل خود طے کرلیں۔ الخ

Marfat.com

عشرہ کاملہ

تلخیص الکلام اب جبکہ ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ :-

۱۔ آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک میں نہ تو قرآن مجید ہی یکجا کتابی صورت میں جمع کیا گیا تھا۔ اور نہ ہی احادیث نبوی دونوں لکھے تو سارے کے سارے ہوئے تھے۔ یعنی قرآن شریف بھی سارے کا سارا لکھا ہوا مختلف اجزاء میں موجود تھا۔ اور احادیث نبوی بھی تمام کی تمام لکھی ہوئی۔ مختلف اجزاء میں محفوظ موجود تھیں۔

۲۔ ان دونوں اسلام کے سرچشموں یعنی قرآن و حدیث کو۔ آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک کے بعد جمع کیا۔ تفصیل گزر چکی۔

۳۔ قرآن حدیث، دونوں کی "جمعِ کلی" ہاں یہ "جمعِ کلی" کے الفاظ یاد رہیں۔ یعنی ویسے تو مختلف اجزاء میں جمع ہوئے۔ دونوں موجود تھے۔ مگر سارے کے سارے تتما بتما دکمالہا۔ بعد میں مدون ہوئے اور دونوں کی "تدوین کلی" ہیں۔ ہاں صرف "تدوین کلی" میں کچھ "بعدِ زمانی" ہے۔ وگرنہ دونوں کی ابتدائی کتابت اور انتہائی "اجزائی تکمیلِ کتابت" میں قطعاً کچھ فرق نہیں۔ جیسے جیسے قرآن مجید نازل ہوتا جاتا تھا۔ ویسے ہی ساتھ ہی ساتھ آنحضرت صلعم قرآنی اصولوں کی جزئیات، تشریحات، تشریعات، توضیحات اور تبیینات فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ دونوں چیزیں ہر وقت ہی لکھ لی جاتیں تھیں۔ کاتبانِ قرآن جو صرف چند نفر تھے۔ قرآن شریف لکھ لیا کرتے تھے۔ اور باقی کے سینکڑوں ہزاروں۔ اور لاکھوں۔ کے متعلق یہ امر یاد رہے کہ ابتداء میں صحابہ کرام کی تعداد سینکڑوں تک ہی تھی۔ پھر اسلام کی تبلیغ سے ہزاروں تک

پہونچی۔ اور بعد میں آہستہ آہستہ لاکھوں تک پہونچ گئی۔ چنانچہ حجۃ الوداع میں صرف ان صحابہ کرام کی تعداد، جو آپ کے ساتھ پابہ رکاب تھے سوا لاکھ تھی۔ مگر اس کی معنی یہ نہیں کہ صحابہ کرام کی اس وقت تک کل تعداد سوا لاکھ تھی۔ نہیں۔ ان کے سوا بھی ہزاروں نفوس قدسیہ تھے جو عرب کے دور دراز ملکوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور حج پر پہونچ نہ سکے تھے۔ (الغزنوی)

۴۔ تو جس صورت میں قرآن و حدیث، دونوں، خود آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ میں ہی مکتوب محفوظ مختلف اجزاء میں موجود تھے۔ تو پھر ان مختلف اجزاء کو کسی بھی وقت۔ کتنی بھی مدت، کے بعد جمع کر لیا جائے۔ ان کی صحت پر یقیناً کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اگر پانچ برسوں کے بعد بھی ان مختلف محفوظ مکتوبات کو جمع کر لیا جاتا۔ تب بھی حتماً کوئی حرج نہ تھا۔ تاہم۔

۵۔ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ۔ آنحضرت صلعم کی نبوی زندگی کے پہلے روز سے لے کر آپ کی حیات طیبہ دنیاوی کے آخری سانس تک کی تمام کی تمام احادیث لکھی گئیں۔ اور خود آپ ہی کی زندگی مبارک میں آپ ہی کے امر سے اور آپ ہی کی۔ نگرانی میں، اور آپ سے، ہر صحابی نے، احادیث کی تصدیق کرا لی تھی۔ تفصیل گذر چکی۔

۶۔ اور ہم یہ بھی ثابت کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنی احادیث صحابہ کرام کو لکھوائیں۔ یاد کرائیں۔ اور حضرت صحابہ کرام نے اس "مقدس ترین امانت احادیث نبوی" کو بعینہا، من وعن۔ اپنے شاگردوں تک پہونچا دیا۔ صحابہ کرام کے شاگردوں میں سے ہزاروں تک کی تعداد تو خود صحابہ کرام کی اولاد تھی۔ اور ان کے سوا لکھوکھا دگر طالبانِ حدیث

Marfat.com

جو تابعین کے نام سے مشہور ہیں۔

۷۔ پھر ان تابعین کرام نے آنحضرت صلعم کی تمام احادیث جمع کرلیں، اور یاد بھی کرلیں۔ اور اسی دور تابعین میں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور مبارک ۹۹ھ میں خود گورنمنٹ کی طرف سے بھی یہ احکام صادر ہوئے۔ کہ تمام احادیث نبوی کو یکجا جمع کرلیا جائے۔ اور ایسا کر بھی لیا گیا۔

۸۔ پھر تابعین کرام نے اس "مقدس ترین امانت حدیث" کو اپنے شاگرد تبع تابعین تک پہونچا دیا۔ اور ان میں خود تابعین عظام کی اولاد دیگر علماء حدیث ہیں۔ جن کی تعداد لاکھوں سے متجاوز کرکے کروڑ تک پہونچتی ہے۔

۹۔ تبع تابعین کے دور مسعود میں یہ کوششیں ہوئیں کہ احادیث نبوی کے مقدس ذخیرہ سے، جدا جدا احادیث چن کر مختلف ابواب، اور احکاموں اور تشریعی معاملات والی احادیث الگ الگ کتابوں میں جمع کردی گئیں۔

۱۰۔ اسی دور مبارک میں یہ کام بھی ہوا۔ کہ بعض نفوس قدسیہ نے اپنے پر التزاماً کرلیا کہ آنحضرت صلعم کی احادیث صحیحہ ہیں سے۔ جن احادیث صحیحہ سے احکام دین مستنبط ہوتے ہیں۔ ان احادیث صحیحہ کو چن چن کر الگ کردیا جائے۔ چنانچہ اس مقدس مقصد کے لئے صحاح ستہ کا وجود عمل میں آیا۔ جن میں سے صحیحین (بخاری و مسلم) اعلیٰ ترین واضح الکتب ہیں۔ گو اس دور سے قبل حضرت امام مالک رح بھی اپنی مؤطا اسی نہج پر مدون کرچکے ہیں۔ مگر صحاح ستہ (اور بمع شمولیت مؤطا صحاح سبعہ) میں تمام تشریعی احادیث وسیع پیمانہ پر جمع کردی گئیں۔

Marfat.com

اس مثال کو یوں سمجھئے کہ ۱۹۳۵ء میں ہندوستان پر ایک انگریزی دستور تھوپا گیا تھا۔ (جو ہمارے نااہل صاحبان اقتدار کی جہالت کی وجہ سے اب بھی پاکستان میں جنوری ۱۹۵۵ء تک وہی لعنت موجود ہے) اس دستور کو "انڈیا ایکٹ آف ۱۹۳۵ء" کہا جاتا ہے۔ اس دستور میں ہندوستان کے جمیع معاملات کے لئے قوانین ہیں۔ مگر چونکہ گورنمنٹ کے محکمے (Departments) جدا جدا تھے۔ اور ایک ہی محکمے کے آفیسروں کو سارے کا سارا دستور پڑھ لینا دشوار تھا۔ اس لئے اس دستور کے ان حصوں کو جدا جدا کتابوں میں الگ شائع کر دیا گیا۔ جو حصے الگ الگ محکموں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ جیسا کہ پریس کے ساتھ تعلق رکھنے والا "پریس ایکٹ"، جو شائع کر دیا گیا۔ "پریس ایکٹ"، جدا کتاب میں جمع کر دیا گیا۔ وغیرھا۔

بالکل اسی طرح اور بعینہ اسی طرح علماء حدیث نے مجموعہ احادیث سے ان عنوانات و مضامین پر ان ہی سے تعلق رکھنے والی احادیث نبوی کو الگ الگ کتابوں میں جمع کر دیا۔

مگر منکرین حدیث کی چونکہ ہی مسلمانوں کو یہ دھوکہ دینے درغلانے ہے۔ کہ احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں! معاذ اللہ!! کسقدر شیطانیت و زندیقیت پھیلا رہے ہیں۔ یہ ملاعین امت۔ اس ہم نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ

۱۱۔ آنحضرت صلعم کی بعثت سے لے کر تیسری صدی ہجری کے تک ان تین سو برسوں کی مدت میں ایک دن۔ ایک پہر۔ گھنٹہ۔ ایک منٹ، بلکہ ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گذرا۔ جس

Marfat.com

احادیث نبوی لکھی نہ جاتی ہوں۔ اور پھر لکھ کر یاد نہ کر لی جاتی ہوں۔ اور پھر مختلف اجزاء میں ہر صحابی ہر تابعی اور ہر تبع تابعی کی طرف متداول طور پر علی التواتر و تسلسل منتقل نہ کر دی جاتی ہوں۔ اور یہ تواتر و تسلسل اتنا قوی ہے کہ اس پر خود قرآن گواہ ہے کہ "جس امر پر جمیع مسلمان اجماع کر لیں۔ وہ بھی حکم ربی ہی ہے۔ (سبیل المومنین)

دور دنیا جانتی ہے کہ ابتدا اسلام سے لیکر آجتک امت اس امر پر اجماع کئے ہوئے ہے۔ کہ احادیث نبوی، دین ہیں۔ حجت دین ہیں۔ جزو دین ہیں۔ مثل قرآن ہیں۔ اور آج بھی اس شکل و صورت و ہیئت میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کے دہن مبارک سے ملفوظ ہوئی تھیں فللہ الحمد۔

بمطابق ۳ر جنوری۔ بوقت چار بجے شب فقیر منزل حیدرآباد سندھ

تتمہ گزشتہ ابواب پر ایک سرسری نظر

اب ان تصریحات قرآنیہ کے بعد۔ ناظرین کرام نے دیکھ لیا کہ۔
ان آنحضرت صلعم "مطاع ابدی" "و سرور دائم سرمدی" ہیں۔ اور آپ کی احادیث بھی جزو دین ہیں۔ حجت دین ہیں۔ اور ماخذ دین ہیں۔ اور چونکہ احادیث نبوی بھی وحی ہی ہیں۔ لہٰذا ابدی ہیں۔
اور یہ کہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے لیکر تا وقت رحلت ان تئیس برسوں کی نبوی زندگی میں ایک منٹ۔ بلکہ ایک لحظہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں کہ احادیث نبوی لکھی نہ جاتی ہوں۔ یاد کی جاتی ہوں۔ ان کی حفاظت نہ کی جاتی ہو۔

Marfat.com

۳۔ اور یہ امر بھی مسلّم ہے کہ صحابہ کرام و جمیع امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ احادیث نبوی کو حجتِ دین۔ ماخذِ دین اور جزوِ دین سمجھتے چلی آرہی ہے۔

۴۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جن صحابہ کو خود قرآن پاک نے رضی اللہ عنہم رضوا عنہ کہا ہو۔ محمد رسول اللہ والذین معہٗ کہا ہو۔ وہ تو دین کو نہ سمجھے ہوں بلکہ بقول منکرین حدیث ہوں۔ غلطی پر (معاذ اللہ) اور آج ہمارے زمانہ کے چند جاہل۔ ہاں صرف چند۔ یعنی دو نو گیارہ۔ جو عرف کی عین سے بھی واقف نہیں۔ مثل پرویز۔ برق جیرا چوری اور ایک ان کے دوسرے حوالی موالی۔ یہ شقیار کہیں کہتے ہیں کہ نہیں۔ ساری کی ساری امت چودہ سو برسوں سے ناحق پر چلی آتی ہے۔ اور باقی دو تین۔ زندیق ہیں۔ حق پر آپ خود ہی اندازہ لگالیں۔ ان کے اور باطلہ کا۔ کہ کسقدر دجل و فریب سے بھرے پڑے ہیں۔

۵۔ پھر ساری کی ساری امت کا احادیث پر اجماع اور جس اجماع کو خود قرآن نے حجت قرار دیا ہے کہ مسلمان جس امر پر متفقہ طور پر چلے ہیں۔ وہ "حق" ہے۔ عین منشاء خداوندی ہے۔ اس "اجماعِ امت" کو تو یہ چند زنادقہ کہیں کہ غلط ہے۔ اور خود ایسے۔ کفر کو مسیلمہ کذاب اور کذاب قادیان کی طرح کہیں کہ ہے۔ سچ ہا ذا بجا

لہٰذا ان تصریحات کے بعد ناظرین کرام کو معلوم ہو گیا ہو گا کیا ہے۔ اور منکرین حدیث کی تمام واہیات، ہفوات، اباطیل ہزلیات اور شطحیات ایک فریب ہے۔ تلبیس ہے۔ اور دجل ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔ اس لئے یاد رکھو لوگو جب کہ

Marfat.com

الف :۔ کہ حدیث تاریخ ہے۔ تو جھٹ سمجھ لو کہ کوئی زندیق دشمن رسول بول رہا ہے۔ کیونکہ حدیث تاریخ ہرگز نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے وہ اقوال واعمال ہیں۔ جو آپ نے وحی کی ہدایت کے ماتحت۔ قرآنی اصولوں کی جزئیات مقرر کرنے کے لئے صادر فرمائے ہیں۔

ب :۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ حدیث ظنی ہے۔ تو معاً سمجھ لو بہت بڑا اسلام کا نادان دوست بول رہا ہے۔ کیونکہ حدیث ظنی ہرگز نہیں بلکہ یقینی وحتمی ہیں۔

ج :۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ احادیث دو سو سالوں کے بعد لکھی گئیں ہیں۔ تو سمجھو یکدم سمجھ لو کہ کوئی بہت بڑا اسلام کا دشمن۔ بلکہ۔ دجال وزندیق۔ اپنی دجالیت وزندیقیت اسلام میں پھیلا رہا ہے۔ کیونکہ آپ نے دیکھ لیا کہ احادیث نبوی تو روز اوّل سے ہی لکھتی ہوئی چلی آرہی ہیں۔ ہاں، دوسری وتیسری صدی میں۔ ان ہی مجموعہ ہائے احادیث کو جو خود آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہی تمام کی تمام لکھی ہوئی موجود تھیں۔ ان سے دوسری وتیسری صدی میں، جدا جدا ابواب باندھ کر جتنی جتنی ان ابواب کے متعلق احادیث صحیحہ تھیں الگ الگ کتب کے نام سے جمع کر دی گئیں۔ اور بس۔

د :۔ اگر کسی کو یہ کہتا سنو کہ آنحضرت صلعم نے احادیث لکھنے سے منع فرمایا تھا۔ تب بھی ہر وقت سمجھ لو کہ یہی کہ اضل الشیاطین بول رہا ہے۔ اور امت کو دھوکہ دے کر آنحضرت صلعم سے رشتہ توڑ دانا چاہتا ہے کیونکہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ۔ ایک دفعہ تھوڑے سے وقفہ کے لئے۔ ہنگامی حالات کے ماتحت آنحضرت صلعم نے احادیث کو قرآن کے

Marfat.com

ساتھ اکٹھا لکھ دینے سے منع فرمایا تھا۔ پھر جلد ہی کتابت قرآن وکتابت احادیث کا بندوبست جدا جدا کر دیا گیا۔ تو آنحضرت صلعم نے اپنا عارضی ہنگامی حکم ختم کر کے صاف فرما دیا کہ

میں نے تمہیں کتابت حدیث سے منع کیا تھا۔ اب لکھ لیا کرو (الحدیث)

اور اس کی مثال ہم قبرستان جانے والی حدیث سے دے چکے ہیں کہ ابتداء میں آنحضرت صلعم نے قبروں پر جانے سے منع کر دیا تھا۔ اور بعد میں اجازت عام دیدی، جو آجتک قائم ہے۔

بعینہٖ اسی طرح جب قرآن وحدیث دونوں اکٹھے لکھے جا رہے تھے۔ تو آپ نے احادیث کو قرآن شریف کے ساتھ اکٹھا لکھے جانے سے منع فرما کر قرآن وحدیث کی کتابت کا بندوبست علیحدہ علیحدہ فرما دیا۔ اور پھر احادیث لکھنے کی عام اجازت دیدی۔ جو آج کے دن تک قائم ہے۔ اور یہ آپ پڑھ ہی آئے ہو کہ آنحضرت صلعم سے خود آپ کی حیات مبارک میں ہی لاکھوں اصحاب رسول نے آنحضرت صلعم سے احادیث لکھیں۔ اور پھر آنحضرت صلعم کو پڑھ کر سنا کر، ان کی تصدیق بھی کرا لیا کرتے تھے۔ اور ہر آن وہر لحظہ ایسے احادیث لکھی جاتی تھیں۔

۴۔ پھر یہ امر بھی دوبارہ نشین کر لیا جائے کہ صحابہ کرام کو، آنحضرت صلعم کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ جو دل چسپی۔ محبت عشق۔ شغف اور وارفتگی تھی۔ وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ بلکہ ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے۔ کہ صحابہ کرام کو، آنحضرت صلعم کا ایک ایک قول، قول کیا۔ اشارہ تک، ان کی زندگیوں سے زیادہ پیارا تھا۔ آپ دیکھ آئے ہیں کہ

Marfat.com

پھینکے۔

وہ واقعہ بھی تازہ کرلو۔ جب آنحضرت صلعم حجتہ الوداع پر گئے ہیں۔ عرفات کے میدان میں مسجد خیف میں سوا ڈیڑھ لاکھ کے قریب صحابہ کرام کا اجتماع ہے۔ اور صحابہ کرام کی ذات نبوی پر پروانگی و وارفتگی کا کیا عالم تھا۔ ان کے اشکہ گزر چکے۔ آپ نے اس مقام پر ایک نہایت وسیع و طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اپنے پروانوں کو حکم سنائے۔ کہ

الف:۔ نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا ثم ادا ھا الی من لم یسمعھا (صحاح ستہ) خداوند تعالیٰ اس بندے کو ہمیشہ سرسبز رکھے۔ جس نے میری حدیث سنی۔ پھر اسے یاد کرلیا اور لکھ کر محفوظ کرلیا۔ اور پھر اسے ان لوگوں تک پہونچا دیا، جنہوں نے مجھ سے نہیں سنی۔

اسی مقام پر فرمایا۔

ب:۔ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنتی (صحاح ستہ)

ترجمہ:۔ اے امت! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ جبتک ان کو مضبوط پکڑے رہوگے یعنی ان پر عمل کروگے۔ کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب قرآن شریف، اور دوسری میری سنت، حدیث شریف

اسی مجمع اور اسی مقام پر فرمایا۔

ج:۔ الا فلیبلغ الشاھد الغائب۔ یاد رکھو۔ جو حاضر ہے، غائب پچھلے آنے والوں تک میری احادیث پہونچا دے۔

اسی مقام مقدس پر فرمایا۔

د:۔ تسمعون ویسمع منکم، ویسمع من الذین یسمعون منکم۔

ترجمہ:۔ یاد رکھو! تم میری حدیثیں سن رہے ہو۔ اور پھر تم سے میری حدیث

Marfat.com

دوسرے لوگ سنیں گے۔ اور ان سے پھر تیسرے لوگ سنیں گے۔
دیکھئے یہ ہے وہ تواتر و تسلسل۔ جس کی نظیر دنیا نہیں پیدا کر سکی۔
یاد رہے کہ آنحضرت صلعم کی جملہ احادیث صحیحہ میں سے ایک ایک حدیث کے تقریباً چار چار ہزار صحابہ راوی ہیں۔ حدیث "انما الاعمال بالنیات" (عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔) کے پندرہ ہزار صحابہ راوی ہیں۔ یعنی یہ وہ روایت ہے جو ہم تک پہونچتی ہے۔ مگر گمان اغلب یہ ہے کہ یہ حدیث اور اس طرح دیگر احادیث مشہورہ۔ ہر ایک صحابی کو یاد ہوگی۔ جن کی تعداد لاکھوں تک پہونچتی ہے۔ جس کی معنی کہ اگر ہم اپنی موجودہ کتب سے تھوڑا اوپر کر جائیں تو ایک ایک حدیث کے لاکھ لاکھ راوی صحابہ ملیں گے۔

اسی طرح نبی الاسلام علی خمس والی حدیث کے ہزارہا صحابہ راوی ہیں۔ المختصر یہ کہ جتنی بھی احادیث صحیحہ ہیں۔ ان کے خود پہلے چشم دید گواہ (راوی) صحابہ کرام پندرہ پندرہ ہزار ہیں۔ تو کیا دنیا اس سے زیادہ تواتر و تسلسل پیش کر سکتی ہے۔ اور پھر جو احادیث اسقدر مضبوط، سہیم و تواتر و مسلسل تواتر کے ساتھ چلی آرہی ہیں۔ جن کا سلسلہ روایت و کتابت روز اوّل سے لے کر، یعنی آنحضرت صلعم کے رسول نبی ہونے کے دن سے لیکر آج ۱۰ جنوری ۵۵ سنہ تک متواتر و مسلسل چلا آرہا ہے۔ ان میں شک و شبہ۔ ظن و گمان کو راہ مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اصلاً نہیں۔ قطعاً نہیں!!!۔

افسوس کہ۔ افلاطون۔ بقراط۔ سقراط۔ سکندر۔ دارا۔ و دگر تاریخی شخصیتوں کی خبر احاد پر منکرین حدیث کا ایمان ہے۔ جس خبر احاد کا کوئی راوی نہیں کوئی گواہ نہیں۔ کوئی شاہد نہیں۔ بلکہ یوں ہی بازاری افواہیں۔ وہ بھی ان شخصیتوں کے مرنے کے صدیوں بعد سن کر کتابوں میں جمع کر دی گئیں۔ ان سے

Marfat.com

تو منکرین حدیث کا شبہات پیش کریں۔ اور احادیث نبوی کو قابل رد سمجھیں کیا یہ زندیقیت نہیں۔ ۲۔ کیا یہ دجالی نکاح نہیں؟ کیا یہ اسلام میں کفر نہیں۔

۵۔ احفظوھن واخبروھن من وراءکم

مترجمہ:۔ ان میری احادیث کی حفاظت کرو۔ (یاد اور کتابت دونوں سے) اور ان کو ان لوگوں تک پہونچا دو۔ جو تمہارے بعد آئیں گے۔

اور یہ گزر چکا ہے کہ صحابہ کرام۔ آنحضرت صلعم کے ہر قول تشریعی کو خدا کا قول اور خدا کا حکم سمجھتے تھے۔ اور پھر یہ وعید بھی موجود ہے کہ۔

من کذب علی معتمدا فلیتبوء مقعدہ فی النار۔

جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ اور خود قرآن شریف نے جھوٹ باندھنے والوں کو سخت سے سخت سزاوار مقرر فرمایا ہے اور آنحضرت صلعم کی طرف کسی حدیث کے جھوٹا انتساب کا مطلب خدا پر جھوٹ باندھنا ہے۔ جس کو قرآن نے "ظالم" "مفتری" اور "ملعون" کہا ہے۔

کیا ان وعیدوں اور سزاؤں کے ہوتے ہوئے ممکن تھا کہ آنحضرت صلعم پر صحابہ جھوٹ باندھ لیتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جب احادیث نبوی سنانے لگتے تھے تو پہلے یہ حدیث پڑھا کرتے تھے۔ کہ جس نے آنحضرت صلعم پر جھوٹ باندھا وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے

اور خطبہ حجۃ الوداع بہت طول طویل ہے۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو ایک یمن کے صحابی، "ابرشاہ" نے اس خطبہ کے لئے درخواست کی کہ مجھے لکھوا دو۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے سارا خطبہ لکھوا دیا۔

یہ امر بھی گزر چکا ہے کہ صحابہ کرام۔ آنحضرت صلعم سے جو احادیث سنتے تھے۔

Marfat.com

کتابی صورت میں جمع کر لینے کے بعد، آنحضرت صلعم کو سنا کر ان کی تصدیق بھی کرا لیا کرتے تھے۔ اس طرح منکرین حدیث کے اس مزعومہ اور قول باطل کی رگِ جان پر چھری بھی پھر جاتی ہے جو یہ اشقیاء کہتے ہیں۔

"اگر احادیث دین تھیں۔ تو آنحضرت صلعم نے لکھوائی۔ کیوں نہ اور لکھوا کر پھر خود پڑھا کر سنی۔ کیوں نہ، وغیرہ من الھفوات۔

دیکھئے ہم گواہیاں پیش کرتے چلے آرہے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے احادیث لکھوائیں۔ اور پھر پڑھوا کر سنیں اور ان کی تصدیق بھی کی۔

چنانچہ ایک صحابی سے جب آنحضرت صلعم احادیث سمع فرما رہے تھے تو اس نے ایک لفظ "نبیک" پڑھا۔ تو آنحضرت صلعم نے تصحیح فرمائی کہ "نبیک" نہیں بلکہ لکھو کہ "رسولک" یہی سبب ہے کہ آنحضرت صلعم جب کوئی حدیث بیان فرماتے تو اسے تین دفعہ دہراتے۔ تاکہ یاد کرنے والے یاد کر لیں اور لکھنے والے لکھ لیں۔ اگر آپ آجکل کے سی آئی۔ ڈی۔ کے لکھنے والوں پر نگاہ ڈالو گے۔ کہ کس طرح ایک تیز گفتار مقرر کی تقریر بھی لکھ لی جاتی ہے۔ تو آپ کو اندازہ ہو جائیگا کہ آنحضرت صلعم جو ہر بات کو تین دفعہ دہراتے تھے۔ ان کی احادیث کس طرح لکھی گئی ہونگی۔ یہ تو تحریری سرمایہ کا حال تحقیق ہے مگر خود عملی احادیث کی بھی اسی طرح تصحیح فرمادیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص نے آپ کے سامنے نماز ادا کی تو آپ نے اس کی درستی فرمادی۔ اور فرمایا کہ

صلوا کما رأیتمونی اصلی نماز اسی طرح پڑھو۔ جیسا کہ مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔ کیا کوئی بھی زندیق، ملحد، بلکہ کافر بھی اس میں شک و شبہ کی گنجائش نکال سکتا ہے۔ کہ آج ہم جس طرح نماز پڑھتے ہیں۔ یہ بعینہ وہی

Marfat.com

نماز نہیں ہے جو آنحضرت صلعم پڑھا کرتے تھے۔

ایک مسلمان جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اسی طرح کھڑا ہوتا ہے۔ جس طرح آنحضرت صلعم قیام فرماتے تھے۔ جب ایک مسلمان رکوع وسجدہ کرتا ہے تو اسے یقین ہے کہ میں اسی طرح رکوع وسجدہ کر رہا ہوں جیسے میرے "رسول مطاع ابدی" نے کیا ہے۔

یہ امر بھی پھر تازہ کر لو۔ کہ جن صحابہ نے آنحضرت صلعم کے وضو کے پانی حتیٰ کہ تھوک اور رخامہ (ناک کے پانی) تک کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ جن کا "شریعت اسلام" سے تعلق نہیں۔ تو احادیث تشریعی کو کیونکر ضائع ہونے دیتے۔ ۹۔ بالخصوص یہ بات بھی دھیان میں رہے کہ صحابہ کرام کو سوائے قرآن وحدیث کی تبلیغ (یاد کرنا۔ لکھنا۔ دوسروں تک پہونچانا) کے دوسرا کوئی کام تھا ہی نہیں۔ اور انہیں دنیا ومافیہا سے بڑھکر قرآن وحدیث ہی کا مشغلہ تھا۔ لہٰذا جیسا قرآن شریف محفوظ ہے۔ بعینہٖ اسی طرح احادیث نبوی بھی محفوظ ہیں۔

خود حضرت ابن عباسؓ کا طلب حدیث میں یہ عالم ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"جب مجھے معلوم ہوجاتا کہ فلاں صحابی کے پاس حدیث ہے۔ تو میں اس کے پاس پہونچتا۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ میں ایسے وقت پہونچتا۔ کہ جب وہ گھر میں آرام میں ہوتا۔ تو میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر اس کے دروازہ پر پڑا رہتا اور مکھیوں کی مٹی اور دھول اڑ اڑ کر میرے چہرے پر پڑتی رہتی۔ گھر میں اسی حال میں پڑا رہتا۔ حتیٰ کہ وہ صحابی گھر سے باہر تشریف لے آتا۔ اور مجھے دیکھکر کہتا کہ اے ابن عم رسول اللہ! اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے۔ آپ نے تکلیف

کیوں کی۔ مجھے کہا ہوتا میں خود حاضر ہو جاتا۔ حضرت ابن عباس فرماتے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس فلاں حدیثِ رسول ہے۔ اس لئے میں زیادہ مستحق ہوں اس امر کا کہ حدیثِ رسول کی طلب میں خود حاضر ہو جاؤں۔

الغرض، آنحضرت صلعم کی ذاتِ اقدس کی حیات طیبہ کے ہر لحظہ اور ہر آن کے ایک ایک قول و فعل کی حفاظت کے لئے، آپ کے چوگرد، لاکھوں زندہ آنکھوں کے کیمرے تھے۔ جو ہر آن و ہر لمحہ آپ کے اقوال و افعال کے الفاظی و اعمالی فوٹو لے رہے تھے۔ لہٰذا ناممکن ہے کہ لاکھوں کیمروں کے ہوتے ہوئے آپ کا کوئی قول و فعل رہ گیا ہوتا۔ قدرت نے حفاظت کا دگر سینکڑوں سالوں کے ساتھ ساتھ ایک نہایت ہی قوی و مضبوط سبب یہ بھی پیدا کر دیا تھا۔ کہ دنیا جہاں کے بہترین دماغ۔ اسلام میں آکر، مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئے تھے یا بالفاظ دگر اللہ تعالیٰ نے انہیں صحبتِ آنحضرت صلعم میں پہونچا دیا تھا۔ جہاں وہ رات دن آنحضرت صلعم سے قرآن و حدیث اخذ کرتے رہتے۔

خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی شدتِ تشنگیٔ حدیث کا یہ عالم ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔

"میں اور میرا ایک پڑوسی انصاری۔ امیہ بن زید کے محلہ میں رہتے تھے۔ جو مدینہ کی "عوالی" کی بستیوں میں سے ہے۔

ہم دونوں، آنحضرت صلعم کی خدمت اطہر میں۔ باری باری سے حاضر ہوتے تھے۔ جس روز میری باری ہوتی۔ میں آکر جو کچھ بھی آنحضرت صلعم سے سنتا، سارے کا سارا من وعن اسے سنا دیتا۔ اور جس دن وہ آتا۔ اس دن کی ساری کارروائی جو وہ آنحضرت صلعم سے سنتا۔ مجھے آکر سنا دیتا۔

Marfat.com

اس حضرت عمرؓ پر منکرین حدیث بہتان باندھتے ہیں۔ کہ آپ روایتِ حدیث سے منع فرماتے تھے؛ کس قدر بہتانِ عظیم ہے یہ، جو عمر ایک دن کی احادیث بھی اپنے پڑوسی سے سن لیتا تھا۔ اور دوسرے دن کی احادیث خود روایت کر دیتا تھا۔ اور عمر بھر یہی مشغلہ رہا۔ اس پاک ہستی پر یہ تہمت۔ کہ وہ احادیث کی روایت سے منع فرماتے تھے۔ معاذاللہ!

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ منکرین حدیث، گو احادیث نبوی اور ہماری جمع کردہ کتب کا تو زبانی انکار کر دیتے ہیں۔ مگر درحقیقت یہ لوگ ہماری مدون کردہ کتب کے سوا ایک لفظ بھی نہیں لکھ سکتے۔

چنانچہ بعض ہماری کتب کی روایتوں میں آتا ہے، کہ حضرت عمرؓ نے دو تین۔ ہاں صرف دو تین، موقعوں پر چند احادیث کی شہادتیں طلب کیں۔ اور میں گزشتہ اوراق میں بتلا آیا ہوں۔ کہ ان کا مقصد صرف اتنا تھا کہ ان احادیث کی تصدیق کرالی جائے۔ اور بس۔

بس یہ ہے اتنی سی بات جس کا افسانہ گھڑ لیا یعنی بات کا بتنگڑ اور تیلی کا ستون بنا کر کھڑا کر دیا۔ کہ دیکھو لوگو! حضرت عمر روایتِ حدیث سے منع کرتے ہیں۔!!! وغیرہ من الترہات!!

حیرت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریباً ساٹھ سالہ زندگی سے صرف دو تین واقعات کو توڑ مروڑ کر۔ اس پر لکیر کے فقیر ہو بیٹھے ہیں۔ کیونکہ یہ واقع مفید مطلب کر لئے گئے ہیں۔ گو حقیقت میں ان کے مفید مطلب نہیں۔ اور باقی ساٹھ سالہ زندگی، ساری کی ساری مدت احادیث کی روایت کرتے رہے۔ اور دوسروں سے سنتے رہے وہ سب ان مردودوں کے نزدیک ناقابل قبول۔

Marfat.com

جس طرح آنحضرت صلعم کی تقریباً آٹھ سو احادیث صحیحہ کو تو ہاتھ تک نہیں لگاتے۔ جس میں حکم ہے کہ حدیث لکھو یاد کرو، دوسروں تک پہونچاؤ۔ اور تیئیس برسوں تک اس کی تاکید کرتے رہے۔ اور حدیثیں لکھواتے رہے، اور لکھی ہوئی حدیثوں کو خود سُن سُنکر ان کی تصدیق کرتے رہے اور وہ سب کی سب ان زندیقوں کے پاس دریا برد! برباد!! اور ضائع!!! معاذ اللہ!۔

ہم تو ان کی جہالت و زندیقیت کو قابل التفات نہ سمجھتے۔ مگر جب ہم نے دیکھا کہ سکوت کی وجہ سے سادہ لوح مسلمان نیک نیتی سے ان کی زندیقیت کے شکار ہو جاتے ہیں۔ تو مجبوراً ہم نے یہ کتب لکھیں۔

اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو احادیث نبوی سے شغف تھا۔ وہ اپنی نوعیت کا وحید عصر تھا۔ اسی لئے حضرت ابو ہریرہؓ سے اجلہ صحابہ روایت کیا کرتے تھے۔ جب کسی حدیث کے متعلق تحقیق کا سوال آتا تو حضرت ابو ہریرہ کے پاس آتے تھے جیسا کہ، حضرت عمر، عثمان، علی طلحہ اور زبیر، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ!

حضرت ابو سعید خدری رضؓ جنہیں، طالب الحدیث کا طالب العلم بھی جانتا ہے۔ انہوں نے حدیث شریف کے ایک حرف کی تحقیق کے لئے۔ دو ماہ کا، اونٹ کا سفر کیا۔

ایک دوسرے عاشق زار حدیث صحابی نے، ایک حدیث کے ایک لفظ کی تحقیق کے لئے۔ مدینہ طیبہ سے مصر کا سفر کیا۔

ایک مقدس ہستی نے۔ مدینہ منورہ سے دمشق کا سفر کیا۔ اور اس زمانہ میں، اتنے طول طویل سفروں میں کیا کیا زحمتیں اور تکالیف اٹھانا پڑتی

Marfat.com

تھیں. ان کا آج کے موٹروں، ریلوں، اور ہوائی جہازوں کے زمانہ کا آدمی، آسانی سے اندازہ نہیں لگا سکتا۔ ہاں فضل احمد لگا سکتا ہے کہ جس نے ۱۹۲۷ء میں پاپیادہ حج کیا۔ اور سارا حجاز مقدس پاؤں کے آبلوں (چھالوں) سے طے کیا۔

ایک عجیب واقعہ اس دوران میں مجھے ایک عجیب واقعہ پیش آیا وہ واقعہ منکروں کے لئے نہیں۔ بلکہ عاشقانِ رسول عربی کے لئے۔ عرض خدمت کرتا اس مقام پر خالی از حکمت و تکمیل ایمان نہ ہوگا۔ اور میرے لئے تو حجت ہے۔ کیونکہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔

واقعہ یوں واقع ہوا کہ جب میں نے ہند اور سندھ کے عربی مدارس کھنگال مارے تو میرے دل میں خیال آیا کہ، لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر کوئی انگریزی میں بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ اور پی۔ ایچ۔ ڈی بھی ہو جائے، تو جب تک انگلستان نہ جائے اسے انگریزی پر کما حقہا عبور نہیں ہو سکتا۔ تو میرے دل میں یہ عزم بالجزم جاگزیں ہو گیا، کہ جب تک حرمین شریفین نہ جایا جائے عربیت پر کما حقہا قدرت حاصل نہ ہو سکے گی۔ اور ساتھ ہی ساتھ روز اول سے ہی میرے دل میں، میرے خالق اکبر نے محمد عربی کا عشق کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ اور اس وقت مالی حالت کی ناسازی و عدم مساعدت حوصلہ شکن تھی (آج جو رب احادیث محمد نے مجھے لکھپتی بنایا ہوا ہے۔ یہ ساری برکت اس حدیث کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے میری حدیثوں کی تبلیغ کی، کیونکہ میرا روز اوّل سے لے کر آج تک یہی مشغلہ ہے) بہرحال مالی حالات اجازت نہ دیتے تھے کہ میں آنحضرت کے قدموں تک پہونچ سکوں۔ مگر بفضل خدائے محمد، میری بدنی قوت اسقدر قوی، تھی

اور مافوق العقل تھی کہ آج تقریباً پچاس سال کی عمر میں بھی، آجکل کے نوجوانوں سے اپنے کو جوان سمجھتا ہوں، سمجھتا نہیں بلکہ بعنون اللہ تعالیٰ ہوں بھی۔ اور اس کا سبب یہی ہے کہ میں نے ۱۹۲۸ء تک جبکہ میری پہلی شادی ہوئی۔ خدائے بزرگ و برتر شاہد ہے کہ میں نے کسی بھی غیر عورت کے بدن کو ہاتھ تک نہیں لگایا نہ صرف اتنا بلکہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ پھر جب میری پہلی رفیقہ حیات مجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئی اور میں نے ۱۹۴۰ء تک دوسری شادی نہ کی، تو رب السماوات والارض گواہ ہے۔ کہ میں نے ۱۹۴۰ء تک بھی کسی غیر عورت کے بدن تک کو ہاتھ نہیں لگایا۔ یہاں تک کہ ایک دن ایک جلسہ کے ہجوم سے باہر آ رہا تھا تو ایک عورت کے بازو سے میرا ہاتھ چھو گیا، تو خدا شاہد ہے۔ کہ میں کتنی مدت روتا رہا کہ میرا یہ ہاتھ دوزخ میں جائیگا۔ مقصد میرا یہ ہے۔ کہ میں نے مادۂ حیات محض اتباع رسول میں ضائع نہیں کیا، جیسا کہ میرے سردارِ ابدی و مطاعِ سرمدی نبی آخر الزماں، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادتِ عصمت میں ام المومنین سیدہ عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ:۔

ما مست ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید امرۃ قط (بخاری)

مترجمہ:۔ آنحضرت صلعم کے ہاتھ مبارک نے کبھی بھی غیر عورت کے ہاتھ سے ہاتھ نہیں لگایا۔

حتیٰ کہ جب مسلمات، آنحضرت صلعم کے حضور اقدس میں بیعت کرنے کے لئے آتی تھیں تو دو طریقوں میں سے ایک طریقہ سے بیعت لیتے تھے۔

ایک:۔ یا تو ایک چادر کے ایک کنارے کو آنحضرت صلعم پکڑ لیتے تھے اور دوسرے کنارے کو بیعت کرنے والی خواتین پکڑ لیتی تھیں۔

دوسرے:۔ ایک پانی کا برتن لایا جاتا تھا۔ اور اس میں ایک طرف میرے

Marfat.com

مولائے کل، ختم الرسل، سرتاج الانبیاء نبی آخرالزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم دستِ مقدس ڈال دیتے تھے، اور برتن کے دوسری طرف مستورات عصمت مآب ہاتھ ڈال دیتی تھیں۔ اور اس طرح اسلام کی بیٹیوں سے بیعت لی جاتی تھی۔ میرا پروردگار آج بھی میرے اعمال پر گواہ ہے۔ کہ میں نے آج تک کوئی بھی سنتِ رسول جان بوجھ کر عمداً نہیں چھوڑی

ہاں تو میری جسمانی قوت اسقدر مضبوط تھی۔ کہ میں پاپیادہ اپنے سردار ابدی اور بیت اللہ شریف کی زیارت۔ اور علم عربی و حدیث حاصل کرنے کے لئے پاپیادہ سفر بیت اللہ کے لئے نکل پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ مراد پوری کی، اور جب میں حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر، مکہ معظمہ سے واپس، جدہ کو پاپیادہ ہی قافلہ کے ساتھ آرہا تھا۔ تو جدہ سے تقریباً بیس میل دور نمازِ شام کا وقت آگیا میں نے قافلہ کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ اس وقت، حج کے لئے آجکل کی طرح موٹریں اور بسیں (لاریاں) یا ہوائی جہاز نہ تھے۔ شکر خدائے عزوجل کا کہ ۱۹۵۴ء میں بذریعہ ہوائی جہاز دو موٹروں کے ذریعہ بھی حج کر آیا ہوں۔

خیر، جب میں نماز مغرب کے لئے قافلہ سے بچھڑ گیا۔ تو اندھیرا چھا چکا تھا۔ مگر ہنوز آوازِ جرس بتا رہی تھی کہ قافلہ فلاں رخ کو جا رہا ہے۔ میں نماز سے فارغ ہوا تو۔ ایک جھاڑی میں ہوں، ہوں کی آواز سنائی دی میں نے سمجھا کوئی غول بیابانی ہے۔ اور اب زندگی ختم ہے۔ مگر بدنی قوت نے کہا کہ نہیں چلو مقابلہ کر کے جان بحق ہو جاؤ۔ جب میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک بڑھیا، ساٹھ سال سے بھی اوپر۔ آنکھوں سے معذور۔ یعنی نابینا۔ درد و کرب میں کراہ رہی ہے۔ میں نے پوچھا۔ اماں جان! کیوں؟

Marfat.com

وہ پنجاب کی تھی۔ اور میں بفضل باری تعالیٰ ہفت زبان تھا۔ وہ پنجابی سمجھی بھولی، پنڑ میں جنگل دے خیال نال رہتی اتری سان تتے۔ قافلہ چلا گیا میں رہ گئی۔ یعنی میں قضاء حاجت کے خیال سے اتری تھی اور قافلہ چلا گیا۔ خدا شاہد ہے کہ میں نے اسے گود میں اٹھایا۔ اور پندرہ میلوں تک پا پیادہ اسے اٹھا کر جدہ لے آیا۔ اور دو دن تک جدہ میں اس بڑھیا کو گود میں اٹھا کر ایک ایک گلی کوچہ میں لئے پھرتا رہا کہ اسے کوئی پہچان لے۔ آخر دوسرے دن ظہر کی نماز پڑھ کر پھر اسے اٹھایا، تو چند بچیاں، اسے دیکھ کر چلا اٹھیں۔

او فلاشیاں، اے ساڈی اماں لے۔ یہ ہماری والدہ ہے۔ سارے راستہ وہ بڑھیا مجھے یہ دعائیں دیتی چلی آرہی تھی۔ کہ

پتر ستاں پتراں دا منہ دھووے۔

اے بیٹا (فضل احمد) تو ں، سات بیٹوں کا منہ دھوئیں، یعنی اللہ تعالیٰ تجھے سات بیٹے عطا کرے۔

وہ زمانہ چوں کہ میری طالب علمی کا تھا۔ اور میں شادی کے نام سے بھی کانپتا تھا۔ کہ اگر شادی کرلی تو علوم دینیہ سے محروم رہ جاؤں گا۔ اور دل میں کہہ رہا تھا، کہ بڑھیا ایسی دعائیں دے رہی ہے۔ جو تقریباً ناممکن ہیں کہ میں نے شادی کرنی ہے۔ اور نہ سات بیٹوں کا منہ دھونا ہے۔

مگر جب میں حج سے واپس ہوا تو اماں جان زندہ تھیں۔ والد مرحوم پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ ایک روز امی جان بولیں فضل احمد! یہ علم قرآن و حدیث کیوں پڑھ رہے ہو۔؟ میں نے عرض کیا۔ اماں جان جنت کے لئے! امی جان نے فرمایا، اگر میں نے تمہیں بتیس دھاریں نہ بخشیں تو جنت میں

Marfat.com

کیسے جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا۔ امی جان! آپ کی رضا پہلے ہے۔ اماں جان نے فرمایا۔ بیٹا! میں چاہتی ہوں کہ دنیا میں تمہاری جڑیں (نسلیں) قائم رہیں۔ تم شادی کرو۔ میں نے عرض کیا۔ امی جان! جب تک میں قرآن و حدیث میں کامل و مکمل نہیں ہو جاتا شادی نہیں کرونگا۔ اس پر والدہ ماجدہ نے فرمایا۔ اچھا تو میں بھی تم سے راضی نہیں۔ میرا معاذ ہن اس حدیثِ نبوی کی طرف گیا کہ

الجنۃ تحت اقدام امہات :۔ جنت تو ماؤں کے قدموں تلے ہے میں نے عرض کیا اماں جان! مجھے رضائے خدا (جنت) کی طلب ہے آپ بیشک شادی کر دیں۔ والدہ ماجدہ نے شادی کر دی۔ اس میں سے باری تعالیٰ نے ۹ نومبر ۱۹۲۹ء بروز جمعہ مجھے ایک لڑکی عطا کی۔ جب لڑکی ہوئی تو مجھے اس بڑھیا کی دعا یاد آئی اور دل میں کہا کہ بڑھیا۔ حاجن کی دعا قبول نہ ہوئی

پورے ڈیڑھ سال میں میری رفیقہ حیات ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہو گئی۔ پھر میں ۱۹۴۰ء تک دوسری شادی نہ کی اور علوم دین کی تحصیل میں لگا رہا۔ اور ہر آن و ہر لحظہ اس بڑھیا کی دعاؤں کی طرف ذہن جاتا رہا۔ کہ اس کی دعائیں رائیگاں گئیں۔

دس برسوں کے بعد، جب علوم دینیہ کو کما حقہا حاصل کر لیا تو ۱۹۴۰ء میں پھر نکاح ثانی کا خیال آیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک نیک دل۔ نیک نیت اور نیک خیال خاتون عطا فرما دی۔ جس سے آج جنوری ۵۵ء تک پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں خدائے عزوجل نے عطا فرما دیں۔ اور عجیب ترین واقعہ یہ کہ اس پاک دل خاتون کے ہوتے ہوئے

اور تقریباً تین درجن نوکروں کے ہوتے ہوئے بھی، سب بچوں کے منہ میں خود دھوتا ہوں۔ اور اس بڑھیا کی دعاؤں کو یاد کرتا ہوں۔

میری مراد اس عجیب واقعہ سے یہ ہے کہ جب آج چودھویں صدی میں بھی حج اور حرمین شریفین کی دعائیں، قبول ہوتی ہیں۔ تو حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ، جو سولہ سالوں تک مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں مابین منبر اور روضۂ رسول بیٹھ کر حدیثیں جمع کرے۔ وہ کس طرح غیر صحیح و غیر مقبول ہو سکتی ہیں۔ یہ ایک وجدانی دلیل ہے۔ جو عاشقانِ رسول عربی کے لئے تو یقیناً حجت ہیں۔ مگر منکرین حدیث کے لئے حجت نہیں۔ اور نہ ہی ہم ان وجدانی دلائل کے جوابات کے طالب ہیں۔ منکرین حدیث سے بہرحال یہ تو ایک واقعہ معترضہ وجدانیہ تھا۔ جو درمیان میں آگیا۔

مگر اصل امر یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی احادیث کو صحابہ نے جس، وارفتگی شغف محبت اور عشق سے محفوظ و مکتوب کیا اس کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ اپنے تو چھوڑیئے۔ خود دشمن بھی شاہد ہیں۔

صحابہ کے بعد تابعین (یعنی اولاد صحابہ اور شاگردانِ صحابہ کا دور آتا ہے۔ انہوں نے بھی صحابہ کرام کم کدو کاوش نہیں کیں۔

چنانچہ ایک بہت جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ :- انی کنت لاسیر اللیالی والایام فی طلب الحدیث (مالک) ترجمہ :- میں احادیث نبوی کی تلاش میں کئی کئی راتوں اور دنوں تک مسلسل دو بدو سفر کرتا رہتا تھا۔

حضرت مسروق جو بہت بلند پایہ تابعی حافظ الحدیث ہیں فرماتے ہیں کہ :-

Marfat.com

رحلت فی حرف! کہ میں نے آنحضرت صلعم کی ایک حدیث کے ایک حرف (ھ ہ ہ ہ) کی تحقیق کے لئے کئی مہینوں تک سفر کیا۔ یہاں تک نہیں بلکہ جب تابعین عظام کو احادیث پہونچتی۔ اور سن پاتے کہ فلاں مقام پر فلاں صحابی رسول ہے تو وہاں لپک پڑتے، اور ان صحابہ سے، احادیث نبوی کی تصدیق کراتے۔

حضرت ابو العالیہ ایک بلند مرتبت تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ:۔

جب ہم بصرہ میں، کسی سے احادیث نبوی سنتے تو ان کو لکھ لیتے اور پھر ان کے راوی صحابہ، جو مدینہ منورہ میں زندہ موجود تھے ان کی طرف سفر کرتے۔ اور مدینہ طیبہ میں آکر صحابہ کرام سے ان احادیث کی تصدیق کرا لیتے۔ خود صحابہ کرام کے مبارک دہنوں سے وہ احادیث سن لیتے تو اس کے بعد چین آتا (دارمی)

یہ عالم تحقیقات، کسی خاص تابعی سے مختص نہیں، بلکہ ہر ایک تابعی کا سب سے پہلا مقصد حیات اور سب سے اولین فریضہ یہی یہ تھا کہ احادیث نبوی کو باحفاظت تمام وتحقیقات کاملہ جمع ومحفوظ کر لیا جائے۔

حضرت ابن عمر رضؓ کا تو یہ عالم تھا۔ کہ آنحضرت صلعم کے وہ افعال وہ اعمال، جن کا تعلق احکام تشریعی سے نہ تھا۔ ان کی حفاظت کے لئے جان تک کھپا دیتے تھے۔ چنانچہ اصابہ میں ہے کہ

جن جن راہوں سے آنحضرت صلعم گذرتے تھے۔ ان پر قدم بہ قدم اور جہاں جہاں آنحضرت صلعم نے نمازیں پڑھی تھیں وہاں نماز ادا کی اور جہاں جہاں رسول اللہ صلعم نے اپنی اونٹنی ٹہلائی تھی، وہاں ابن بھی اونٹنی ٹہلاتے، یہاں تک کہ جن مقامات پر آنحضرت صلعم قضاء

Marfat.com

حاجت کے لئے اترے۔ وہاں۔ ابن عمرؓ بلا حاجتِ ضروری، بھی انتظار ویسے ہی تتبع رسولِ اکرم فرماتے۔ اور آپ کا عام دستور یہ تھا کہ جتنی دیر آپ آنحضرت کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکتے۔ ایک ایک حاضر شدہ صحابی سے پوچھتے، کہ اس دوران میں آنحضرت صلعم نے کیا فرمایا، اور کیا کہا؟ صحابہ کے عربی الفاظ یہ ہیں۔

لیسئل من حضر اذا غاب عن قولہ وفعلہ

کیا ان تصریحات کے بعد میں، کسی شک و شبہ کی گنجائش کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے، کہ آنحضرت صلعم کی جملہ احادیث خود آپ کی زندگی مبارک میں ہی لکھی جا چکی تھیں۔ اور آپ سے ان کی تصدیق بھی کرائی جا چکی تھی۔

کیا دنیا، ایسی مثال پیش کر سکتی ہے؟ کہ کسی بھی نبی و رسول کی امت نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے اقوال و اعمال کی ایسی حفاظت کا ملہ کی ہو؟ ہرگز نہیں۔

آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی مبارک میں ہزاروں قبائل عرب میں اپنے ہزارہا صحابہ مبلغین بھیجے۔ اور ہر ایک کو یہ فرمان تھا کہ

علموا القرآن و فرائض الاسلام و شرائعہ

ترجمہ:۔ لوگوں کو، قرآن اور اسلام کے فرائض اور قوانین اسلام کی تعلیم دینا

دیکھئے، یہاں قرآن کے ماسوا "فرائض الاسلام" اور "شرائعہ" کا حکم بھی صاف ہے۔ کہ حتماً معانی، احادیث نبوی ہیں۔ کیونکہ قرآن، کتاب دستور ہے۔ (Basic principle) اور احادیث ان کی شریعت ہیں یعنی (Law Laws) بائی لاز، قوانین اسلام

چنانچہ حضرت ابو امامہ باہلی مشہور صحابی فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قومی ادعو (الحکم)
ھم الی اللہ تبارک وتعالیٰ، واعرض علیھم شرائع الاسلام۔
ترجمہ:۔" مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، میری قوم کی طرف مبلغ بناکر بھیجا کہ انہیں قرآن، اور قوانین اسلام سکھلاؤں"

دیکھئے، یہاں، قرآن کے بعد" قوانین اسلام"، کا ذکر ہے جو ما سوائے قرآن ہیں۔ اور وہ یقیناً احادیث نبوی ہیں۔ جو قرآن کے اصولوں کی، نبوی مقرر کردہ جزئیات ہیں۔ یعنی احادیث۔

ایک مثال:۔ آپ آجکل کے مدارس۔ کالجوں، اور یونیورسٹیوں میں دیکھئے ہو۔ کہ ادب میں، داغ کی غزلیں، امیر کے ابیات۔ اور شیکسپیئر اور کالی داس کے ڈرامے شامل ہیں۔ مگر سمجھ سکے" ہوں۔ کہ ان تین صدیوں میں اسلامی ہائی اسکولوں۔ کالجوں۔ اور یونیورسٹیوں۔ (مدارس اسلامیہ) میں سوائے قرآن وحدیث کے۔ کوئی اور چیز بھی داخل نصاب ہوسکتی تھی؟ ہرگز نہیں۔

حیرت ہے ان دانش فروشانِ منکرین حدیث کے حال پہ۔ کہ آج کے نصاب میں داخل شدہ ارسطو۔ افلاطون، شیکسپیئر اور کالی داس کے کتب پہ تو ہے ایمان، کہ یہ بالکل وہی ہیں جو ان کے مصنفوں کے صدیوں بعد لکھے گئے اور آنحضرت صلعم کی احادیث پہ اعتراض، جو خود آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک سے لے کر آجتک متواتر و مسلسل بغیر کسی، قطع زمانی کے چلی آرہی ہیں۔ انپہ اعتراض

برفت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست!

منکرین حدیث کا یہ بھی تکیہ کلام ہے، کہ اگر احادیث نبوی، دین اور ماخذ دین تھیں، تو آنحضرت صلعم نے خود کیوں نہ لکھوا کر، اور پھر ان کو سنکر، تصدیق

فرمادی۔ اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ منکرین حدیث کا یہ بھی ایک بہت بڑا دھوکہ اور فریب کاری ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم نے احادیث لکھوائیں۔ اور پھر ان مکتوب احادیث کو سن کر ان کی تصدیق کی، اور صحابہ کرام اور تابعین عظام بھی اس پر عمل کرتے چلے آئے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ کے شاگرد بشیر بن نہیک کہتے ہیں کہ:۔

کنت اکتب ما اسمع من ابی ھریرۃ فلما اردت ان افارقہ فاتیت بکتابہ فقرتہ علیہ، وقلت لہ ھذا ما سمعت منک. فقال نعم

"میں جو بھی حدیث ابوہریرہ سے سنتا تھا۔ اسے لکھ لیتا تھا۔ پھر جب میں ان سے وداع ہونے لگا، تو ان سے تمام سن کر لکھی ہوئی احادیث کو انہیں سنایا۔ اور کہا کہ یہ احادیث میں نے آپ سے سُن کر لکھی ہیں۔ اس پر حضرت ابوہریرہ نے تصدیق فرمائی کہ ہاں ٹھیک ہے۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ کے ایک دوسرے شاگرد، ہمام بن منبہ نے آپ سے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ لکھا تھا۔ جسے "صحیفہ ھمام" کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بھی حضرت ابوہریرہ سے اس مجموعہ کی تصدیق کرا لی تھی۔ "صحیفہ ہمام" کی احادیث کا بہت بڑا حصہ حضرت امام احمد بن حنبل نے، اپنی "مسند" میں درج کیا ہے۔ اس طرح حضرت ابوہریرہؓ کی لکھی ہوئی احادیث کو ان کے تلامذہ نے اپنی اپنی کتب میں جمع کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بھی آنحضرت صلعم سے احادیث خود حضور اقدس کی خدمت میں بیٹھ کر مثلِ کتابت قرآن لکھا کرتے تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ:

"قلت یا رسول اللہ اکتب کل ما اسمع منک قال نعم قلت فی الرضاء والغضب قال نعم فانی لا اقول فی ذالک الا حقاً۔ (ابوداؤد۔ ابن سعد۔ وغیرہا)

مترجمہ:۔ میں نے آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں گذارش کی۔ کہ جو حدیث بھی آپ سے سنتا ہوں۔ لکھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں میرے احادیث لکھ لیا کرو۔ میں نے پھر عرض کیا کہ، کیا خوشی یا غصہ میں جو بھی آپ فرمائیں سب کچھ لکھ لیا کروں؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ہاں جو کچھ بھی مجھ سے سنو، ضرور لکھ لیا کرو۔ کیونکہ میں ہر حالت میں احکام تشریعی کے بارے میں حق ہی بولتا ہوں۔

دیکھئے یہ حدیث شریف ایک طرف تو اس آیت شریفہ کی تائید کر رہی ہے کہ وما ینطق عن الھویٰ، محمد صلعم ہوائے نفس سے قطعاً نہیں بولتے۔ اور دوسری طرف احادیث نبوی کے لکھے جانے کی کسقدر تاکید ہے۔

منکرو! لکیر کے فقیرو!! سن رہے ہو!!! دو لاکھ احادیث کے مقابلہ میں، ایک ہنگامی حدیث کو سینے سے لگائے بیٹھے سانپ کی لکیر کو کوٹ رہے ہو!!

اس حدیث کے یہ الفاظ خاص طور سے قابل غور ہیں۔

اکتب کل ما اسمع! کیا جو کچھ بھی آپ سے سنتا ہوں لکھ لیا کروں۔ جس کے جواب میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ ہاں ضرور لکھ لیا کرو۔ کیونکہ "میں حق" کے سوا اور کچھ نہیں بولتا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو جو احادیث لکھتے تھے، ان کے مجموعہ کا نام "صحیفہ صادقہ" تھا۔ جس میں ہزارہا احادیث نبوی لکھی ہوئی تھیں۔ اور گذر چکا ہے کہ آپ، آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں آمنے سامنے بیٹھ کر لکھا کرتے تھے

کیا اب بھی کوئی زندیق امت کہہ سکتا ہے کہ احادیث نبوی، آپ کے عہد مبارک میں لکھی نہیں گئیں؟۔ یہاں تک ہی نہیں۔ بلکہ جب آنحضرت صلعم حجۃ الوداع سے واپس مراجعت فرمائے۔ مدینہ ہوئے، جس کے چند ماہ بعد رحلت فرما گئے تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ نے، آپ کی خدمت اقدس

میں حاضر ہو کر سنا تے احادیث آپ کے سامنے پڑھیں۔ تو خود آنحضرت صلعم نے ان کی تصدیق فرما کر اس مجموعۂ احادیث کا نام "صحیفہ صادقہ" تجویز فرمایا جس کے بعد اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ اور پھر یہ سلسلہ آگے چلتا آیا۔ اور حضرت انس بن مالکؓ اپنی اولاد اور شاگردوں کو سخت تاکید فرمایا کرتے تھے کہ:۔

یا بنیّ قیّدوھا ذا العلم، اے میرے بچو۔ اس علم (حدیث) کو لکھ لیا کرو یہاں تک ہی نہیں۔ بلکہ عینی گواہ موجود ہیں۔ چنانچہ آپ کے شاگرد رات دن آپ سے احادیث نبوی لکھا کرتے تھے۔ حضرت ربان کے بارے میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ:۔

رایت ابان یکتب عند انس۔ حضرت انس سے ان کے سامنے حضرت ابان، احادیث لکھا کرتے تھے۔

اسی قدر نہیں۔ اس سے بھی زیادہ وضاحت سنئے:۔

سعید بن وائل فرماتے ہیں۔

کنا اذا اکثرنا علیٰ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاخرج الینا کتبا لا عندہ، فقال ھا ذہٖ سمعتھا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکتبھا وعرضتھا علیہ (رعا کم)

ترجمہ:۔ جب ہم حضرت انسؓ کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوا کرتے، تو آپ ایک احادیث کی لکھی ہوئی۔ بیاض نکالتے، اور فرماتے۔

"یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے آنحضرت صلعم سے سنیں اور سننے کے بعد لکھ لیں۔ اور لکھ لینے کے بعد آپ کو سنائیں"

حضرت جابرؓ کا حلقۂ درس خود مسجد نبوی میں ہوتا تھا جس میں ہزارہا تشنگان علوم حدیث جمع ہوتے تھے۔ اور ہر شخص آپ سے جو بھی حدیث

Marfat.com

سنتا تھا۔ ہر وقت لکھ لیا کرتا تھا۔ حضرت جابرؓ کے پاس جمیع احادیث نبوی کا لکھا ہوا ذخیرہ موجود تھا۔ آپ کے ایک شاگرد خاص وہب بن منبہ ہیں۔ یہ حضرت ابوہریرہ کے شاگردِ خاص ہمام کے حقیقی بھائی ہیں۔ جن کی جمع کردہ مکتوبہ احادیث کے ذخیرہ کا نام "صحیفہ ہمام" ہے انہوں نے حضرت جابرؓ کی تمام احادیث کو لکھ لیا تھا۔

ہمارا اس تذکرہ مبارک سے مقصد یہ دکھانا ہے، کہ ہر صحابیؓ شاگرد استاد کی مروی احادیث کو لکھ لیا کرتا تھا۔ پھر اسلام کی بیٹیوں کے لئے جدا جدا حلقہ ہائے احادیث تھے، جن کی امام حضرت امہات المومنین تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر حضرت ام المومنین سیدہ صدیقہ عائشہ تھیں۔ حضرت سیدہ صدیقہ عائشہ کے حلقۂ درس میں جمیع صحابیات اور تابعیات حاضر ہوا کرتی تھیں۔ جن کی تعداد بھی لاکھوں تک پہونچتی ہے۔ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ کے علم و فضل کا یہ عالم ہے کہ جلیل القدر صحابہ کرام ہمیشہ مشکلاتِ مسائل کا حل آپ سے آکر کرتے تھے۔ گذر چکا ہے کہ جب صحابہ کرام آپ سے احادیث کا علم حاصل کرنے آتے تھے۔ تو درمیان میں ایک چادر لٹکا دی جاتی تھی اور حضرت سیدہ صدیقہ احادیث نبوی کا فیضان فرماتی تھیں۔ اس واسطہ سے حجاب (پردہ) کا حکم بھی صحیح ثابت ہے۔

حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہ رضؓ سے جن بھی لکھو کھا مخلوق خدا نے خواتین و خواتین نے احادیث حاصل کیں۔ ان میں آپ کی حقیقی بہن کے لڑکے عروہ بن زبیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کیونکہ آپ بلا حجاب ہر وقت سیدہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں رہتے تھے۔ اور آپ سے احادیث نبوی

لکھتے تھے۔ چنانچہ مرویات حضرت سیدہ صدیقہ کے آپ سب سے بڑے حامل تھے۔ اور آپ نے جو کتاب احادیث لکھی تھیں اس کا حجم نہایت ضخیم تھا اور حضرت ام المومنین کی احادیث کا سب سے بڑا سرمایہ آپ ہی نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

اور اسلام کی ہزارہا بیٹیوں میں، جس نے سب سے زیادہ احادیث نبوی۔ حضرت سیدہ صدیقہ رضؓ سے لکھیں۔ وہ نیک خاتون۔ عمرہ بنت عبدالرحمان ہیں۔ حضرت عمرہ نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ ہی کی تربیت میں ساری عمر گذاری تھی۔ چنانچہ مردوں میں حضرت عمرہ کا شمار حضرت عروہ کے برابر تھا۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب سرکاری طرح سے آنحضرت صلعم کی احادیث جمع کرنے کی مہم شروع کی۔ تو اسلام کی بیٹیوں سے احادیث جمع کرنے کا کام ان ہی حضرت عمرہ کے سپرد کیا گیا تھا۔ اور جن مردوں میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جمع احادیث کا کام جس نفس مطمئنہ کے سپرد کیا تھا وہ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم ہیں۔ جو حضرت عمرہ بنت عبدالرحمان نیک دل محدثہ خاتون کی حقیقی ہمشیرہ کے لڑکے ہیں۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فرمانِ خاص جو ابوبکر بن حزم کے نام تھا اس کے الفاظ یہ تھے۔

ان یکتب لہ من الاحادیث من عند عمرۃ بنت عبد الرحمان والقاسم بن محمد (بخاری)

ترجمہ:۔ حضرت عمرۃ بنت عبدالرحمان اور قاسم بن محمد کی احادیث کو جمع کر لو یہ حضرت قاسم، حضرت سیدہ صدیقہ عائشہ کے بھتیجے ہیں۔ اور آپ کے

Marfat.com

بیں ہی یتیم ہو گئے تھے۔ اور حضرت سیدہ صدیقہ رضؓ کی تربیت میں پلے بڑھے ہوئے، پروان چڑھے، اور سیدہ صدیقہ کی احادیث کو آپ سے سنا اور لکھا چنانچہ ابوبکر بن محمد نے، ام المومنین کی زیادہ تر احادیث، ان ہی دونوں حضرات کے ذریعہ جمع کیں۔ جو ان کے پاس لکھی ہوئی موجود تھیں۔

بتفصیل تمام گذر چکا ہے کہ :۔

۱۔ آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک میں ہی آپ کی تمام وکمال و جمیع احادیث صحابہ کرام نے لکھ لی تھیں۔

۲ پھر صحابہ کرام سے آپ کے شاگردوں نے، اس مقدس ترین امانت کو لکھ لیا

۳۔ پھر آپ کے شاگردوں سے ان کے شاگردوں نے، احادیث نبوی کا تمام کا تمام ذخیرہ لکھ لیا، اور امتِ محمدیہ کے ایک ایک نفس تک پہونچا دیا اور سارے کا سارا یکجا جمع کر دیا گیا۔

۴۔ اور اس مقدس ترین امانت رب محمد کو اتنے تواتر و تسلسل کے ساتھ لکھا اور جمع کیا گیا۔ کہ ہر دور میں، ایک ایک حدیث کی، ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں گواہ موجود ہیں۔ بہ ترتیب زماں و مدعمد

۵۔ کیا اس تواتر و تسلسل کے بعد بھی، کسی ذرہ سے ذرہ، شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ آنحضرت صلعم کی احادیث، آپ کی زندگی مبارک سے لکھی ہوئی۔ آج ۱۹۵۵ء جنوری ۱۲ تک ہمارے پاس من وعن چلی آرہی ہیں، بعینہ اسی طرح، جس طرح، قرآن شریف چلا آرہا ہے۔ جن احادیث کو صحابہ نے، آنحضرت صلعم سے لکھ کر، آپ کو سنا کر ان کی تصدیق کرا لی تھی۔

حضرت ابن عباس رضؓ کے شاگردوں کا یہ عالم تھا کہ :۔

Marfat.com

ان نفراً قدموا علیٰ ابن عباس من اھل طائف
یکتب من کتبہ فجعل یقرء علیھم (ترمذی)

ترجمہ:۔ طائف کی جماعتیں۔ حضرت ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور حضرت ابن عباس کے پاس جو احادیث کی کتابیں رکھی ہوئیں موجود تھیں۔ ان سے احادیث لکھیں۔ اور لکھ لینے کے بعد۔ حضرت ابن عباس خود ان احادیث کو پڑھکر سنانے گئے۔ (اور پھر دونوں کا مقابلہ کرکے تصدیق کروالی)۔

اس "اثر" میں "کتب" کا لفظ قابل غور ہے۔ کہ "ابن عباس کی لکھی ہوئی احادیث کی کتابیں" اس سے قطعی طور سے ثابت ہے۔ کہ حضرت ابن عباس کے پاس، احادیث نبوی کی بہت ساری کتابیں لکھی۔ دلی موجود تھیں۔

چنانچہ گذر چکا ہے۔ کہ جب حضرت ابن عباس نے حضرت علی علیہ السلام کی لکھی ہوئی احادیث اور فتاویٰ کو ایک جماعت کی درخواست پر ان کو لکھ دینے کا کام شروع کیا۔ تو بعض فتاویٰ سے بعض الفاظ قلمزد کرتے جاتے تھے۔ کہ۔ بخاعلی کا یہ فیصلہ نہیں۔ مگر احادیث سے نشاندہی نہ کی۔ کہ حضرت علی رض کی مرویات کو، اپنی لکھی ہوئی احادیث سے ملاکر تصدیق کرتے جاتے تھے۔

علامہ ابن سعد فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت ابن عباس کی وفات کے بعد، آپ کی کتب احادیث جب تقسیم ہوئیں، تو ان کا بار ایک بار شتر تھا۔ جس میں۔ احادیث نبوی بھی تھیں اور آپ کے فتاویٰ اور فیصلے بھی تھے۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس کی تمام احادیث کو آپ کے شاگردوں نے من و عن لکھ لیا تھا۔ ان میں سب سے زیادہ احادیث نبوی کے عاشق زار، حضرت سعید بن جبیر ہیں۔ جو حضرت ابن عباس کی ہر ایک حدیث لکھ لیا کرتے تھے اور جب کاغذوں کا مجموعہ لکھتے لکھتے ختم ہو جاتا۔ تو بروقت جو چیز میسر ہوتی اس پر لکھ لیتے۔ اور پھر گھر جا کر کاغذ پر اتار لیتے۔

حضرت وائل بن حجر رضہ جو حضرموت کے شاہزادوں میں سے ہیں۔ جب آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس سے وطن واپس ہونے لگے۔ تو آنحضرت صلعم نے ان کو احادیث کا مجموعہ لکھوا دیا تھا۔

ابو شاہ یمنی کا بیان گذر چکا ہے کہ انہوں نے، آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ حجۃ الوداع کا خطبہ مجھے لکھ کر عنایت فرما دیا جائے۔ تو آنحضرت صلعم نے وہ سارا طول طویل خطبہ مبارک، انہیں لکھوا دیا۔

یہ بھی گذر چکا ہے۔ کہ ممالک اسلام میں جتنے بھی آنحضرت صلعم کی طرف سے گورنر مقرر ہوتے تھے۔ سب کو احادیث نبوی لکھ کر دی جاتی تھیں کہ ان کے مطابق عمل ہو۔

حضرت سمرہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بہت بڑا مجموعۂ احادیث لکھا پڑا موجود تھا۔ چنانچہ ان کے فرزند ارجمند سلیمان بن سمرہ کے متعلق ہے روی عن ابیہ نسخۃ کبیرۃ آپ نے اپنے والد سے بہت بڑا احادیث کا لکھا ہوا مجموعہ روایت کیا ہے۔

الغرض، آنحضرت صلعم کے لاکھوں صحابہ کرام نے آپ سے آپ کے مبارک منہ سے ہی احادیث لکھ لی تھیں۔ اور پھر آج کے دن تک نسلاً بعد

Marfat.com

یہ سلسلہ متواتر و مسلسل چلا آرہا ہے۔ منکرین حدیث یہ دھوکہ دہی کرتے ہیں جو پرویز صاحب کرتے ہیں کہ احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں؟

۱۹۳۵ء کا پرویز۔ اور ۱۹۵۵ء کا پرویز

ہم نے بعون اللہ تعالیٰ خود قرآن پاک سے ہی ثابت کر دیا ہے کہ:-

۱۔ احادیث نبوی ماخذ دین ہیں۔ حجت دین ہیں۔ جزو دین ہیں۔ ابدی ہیں اور یقینی ہیں۔

۲۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث دونوں کی حفاظت کا ذمہ اپنے اوپر لیا ہے۔ لہٰذا جس طرح قرآن شریف بالکل محفوظ و مکتوب چلا آرہا ہے یعنہ اسیطرح احادیث نبوی بھی مضبوط و مکتوب چلی آرہی ہیں۔ ہم یہ بھی ثابت کر آئے ہیں

۳۔ احادیث نبوی، خود آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک میں ہی لکھی جا چکی تھی۔ اور آپ سے ان کی تصدیق بھی کروالی گئی تھی۔

۴۔ اور روز اول سے لے کر آج کے دن تک، آنحضرت صلعم کی جمیع احادیث من وعن۔ تواتر و تسلسل کے ساتھ مکتوب محفوظ چلی آرہی ہیں۔

لہٰذا، ان حقائق کے خلاف اگر کوئی زندیق کہے کہ احادیث تیسری صدی میں لکھی گئیں، احادیث ظنی ہیں۔ (معاذ اللہ) یا سارا ذخیرہ احادیث موضوع ہے، تو سمجھ لو کہ یہ کوئی زندیق امت۔ ہمارے زمانہ کا ابوجہل لوگوں کو اللہ و رسول سے بہکا رہا ہے۔ کوئی ابولہب، عداوت رسول میں، دھوکہ بازی۔ و فریب دہی کر رہا ہے۔

اب ہم اس کتاب کو ختم کرتے ہیں، اور آخر میں۔ جناب پرویز صاحب ایک ۱۹۳۵ء کی تحریر بھی یہاں نقل کر دیتے ہیں تاکہ دنیا بھی دیکھ لے۔ کہ اس تحریر میں جناب پرویز صاحب نے آنحضرت صلعم کو مطاع ابدی مانا ہے احادیث کو حجت دین مانا ہے۔ یقینی اور مسلم الثبوت مانا ہے۔ اور ماخذ دین

Marfat.com

مانا ہے۔ اور احادیث کو بھی مانا ہے۔ اور اب ۱۹۵۸ء میں ۱۹۳۵ء کے سب کے سب ارشادی کا انکار ہے۔ یہ مرزدن والا شیلوں بھی اس کو ہی زیب دیتا ہے۔

یہ مضمون، جناب پرویز نے سید ابوالاعلیٰ مودودی (جنکو میں پاکستان بھر میں بس یہی ایک صحیح معنی میں عالم دین جنہیں شعور اسلام بھی ہے۔ مانتا ہوں۔ اور مجھے سب سے بڑی کوفت یہی ہوتی ہے کہ آج پاکستان بھر کے طول و عرض میں ایک بھی ایسا عالم نہیں جسے صحیح معنیٰ میں عالم دین کہا جاسکے۔ اور اسلام کے صحیح شعور کا حامل ہو۔ انزلوی) ہاں تو جناب مودودی صاحب کے ایک مضمون بعنوان "اتباع و اطاعت رسول" کے جواب میں لکھا تھا ۱۹۳۵ء میں لکھتے ہیں:۔

"لیکن مجھے (پرویز کو) آپ کی (مودودی کی) وما ینطق عن الھویٰ کی تفسیر سے اختلاف ہے"، پھر چند امثلہ کے بعد جناب پرویز لکھتے ہیں:۔

ا۔ الف "جو کچھ آپ (آنحضرت صلعم/انزلوی) دین کے متعلق فرماتے تھے وہ بحیثیت رسول ہوتا تھا، خواہ وہ وحی منزل ہو۔ یا اجتہاد رسول اور وہی امت کے لئے واجب الاطاعت ہے"

پرویز صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں۔

ب۔ "لیکن میں تو حضورؐ کے قضایا متعلقہ دین کو عین تبلیغ رسالت بھی سمجھتا ہوں اور واجب الاتباع"

سب سے بڑی سچی بات جو ۱۹۳۵ء میں پرویز صاحب ارشاد فرما کر مرحوم ہو گئے ہیں۔ وہ یہ فرمائی کہ:۔

س ج:۔ "جہاں تک نبی کریم کا تعلق ہے۔ امور دین میں حضور کی اطاعت

Marfat.com

کیا۔ بحیثیت رسول، اور کیا یہ حیثیت امیر قیامت تک کے لئے ہے اس میں نہ اس وقت کسی کو منازعت کا حق تھا نہ آج ہو سکتا ہے۔"

جناب پرویز! بس یہی ایک فقرہ ہے جو شاید عمر بھر میں آپ سے سچا نکل گیا تھا۔ مگر وائے بدقسمتی کہ اب اس سے بھی پھر کر مرحوم دین ہو گئے ہو۔

۴ ۔ پھر فرمایا:۔

اگر ہر شخص کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ فرد دہ الی اللہ والرسول کا فریضہ خود ہی سرانجام دے لے، تو ظاہر ہے۔ کہ نظام اسلام کسی طرح بھی قائم نہیں رہ سکتا۔

۵ ۔ پھر پرویز صاحب نے شوریٰ کے ذکر کرنے کے بعد ۱۹۳۵ء میں فرمایا ہو

"البتہ جب اس جماعت کا کوئی رکن کتاب و سنت کے خلاف فیصلہ صادر کرے، تو جمہور کو اختیار ہو گا۔ انہیں برطرف کر کے، ان کی جگہ دوسرا انتخاب عمل میں لائے۔"

۶ ۔ پھر نہ صرف احادیث بلکہ سیر کی کتابوں کو بھی مانا ہے چنانچہ مرقوم فرماتے ہیں:۔ "جیسا کہ کتب سیر و احادیث سے ظاہر ہے" الخ۔ ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں، کہ یہاں کتب احادیث پر ایمان ظاہر کیا جا رہا ہے۔ اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کتب احادیث پیش کی جا رہی ہیں۔ مگر ۱۹۵۹ء میں ان ہی کتب احادیث کو، معاذ اللہ، جھوٹ، طومار اور نہ جانے کن کن لقبوں سے نوازا جا رہا ہے۔

۷ ۔ ایک اور بہت بڑی ذرنی صحیح بات یہ کہہ دی کہ:۔

خلیفہ ان کونسل کی حیثیت کبھی واضع قوانین کی نہیں ہو گی۔ بلکہ

Marfat.com

جہاں تک اصول قانون کا تعلق ہے۔ وہ تو کتاب و سنت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے منضبط ہو چکے ہیں"۔

اللہ اکبر ۱۹۳۵ء میں پرویز کی زبان پر اللہ تعالیٰ حق بلوا رہا ہے۔ اور ۱۹۵۵ء میں اسی زبان حق پر شیطان ناحق کہلوا رہا ہے۔ یعنی پرویز بیانگ دہل کہہ رہا ہے کہ احادیث (سنت) نبوی، اصول دین نہیں، حجت دین نہیں وغیرہ من الخرافات۔

دیکھئے، یہ جو سات اقتباسات ہم نے دیئے ہیں۔ جناب پرویز کے ان میں احادیث نبوی کو حجت دین، اور ماخذ دین، بلکہ اصول دین بھی مان رہا ہے یہاں تک کہ آنحضرت صلعم کی اطاعت دینی۔ قیامت تک کے لئے ہے اور ساتویں مشق میں تو یہاں تک بھی اقرار حق کر لیا ہے کہ:۔

"اصول دین تو قیامت تک کے لئے کتاب (قرآن) و سنت۔ (حدیث) میں منضبط ہو چکے ہیں"۔

اللہ اکبر ۱۹۳۵ء میں پرویز کی زبان پر اللہ تعالیٰ حق بلوا رہا ہے۔ اور ۱۹۵۵ء میں اسی ایوان حق پر شیطان ناحق کہلوا رہا ہے۔ یعنی پرویز بیانگ دہل کہہ رہا ہے۔ کہ احادیث (سنت) نبوی، اصول دین نہیں، حجت دین نہیں وغیرہ من الخرافات

دیکھئے یہ جو سات اقتباسات ہم نے دیئے ہیں، جناب پرویز کے ان میں احادیث نبوی کو حجت دین، اور ماخذ دین، بلکہ اصول دین بھی مان رہا ہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلعم کی اطاعت دین قیامت تک کے لئے ہے۔ اور ساتویں مشق میں تو یہاں تک بھی اقرار حق کر لیا ہے کہ:۔

"اصول دین تو قیامت تک کے لئے کتاب (قرآن) و سنت (حدیث) میں منضبط ہو چکے ہیں"۔

بھیا پرویز (۱۹۳۵ والا) خدارا بتاؤ تو جب آپ اسلام کا صحیح مقام ۱۹۳۵ء میں مان چکے ہیں کہ:۔

۱۔ آنحضرت صلعم کے احکام تشریعی واجب الاطاعت ہیں۔
۲۔ اور قیامت تک کے ،، آپ کی رسولی حیثیت واجب الاطاعت ہے
۳۔ اور قیامت تک کے ،، اصول دین، کتابت و سنت میں منضبط ہو چکے ہیں۔
۴۔ اور تشریح دین کا حق کسی ایک فرد و بشر کو نہیں دیا جا سکتا۔

تو اب ۵۵ء یاد رہے کہ ہم ۵۵ء اس لئے لکھ رہے ہیں کہ ہمیں پرویز کے لٹریچر یعنی ہرلیات و اباطیل پرویز کا علم جون ۱۹۵۴ء میں ہوا۔ اور ہم نے اس کا رد لکھنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ اور آج یہ سطور جو میں لکھ رہا ہوں، تو ۱۳ جنوری ۵۵ء ہے۔ اس لئے ہم نے اس سن کا نام دہرایا ہے۔ وگرنہ خدا جانے جناب پرویز اپنے ۱۹۳۵ والے عقائد سے کب مرتد ہوا ہے۔ ہاں تو جناب پرویز اب ۱۹۵۵ میں وہ کیا نئی تحقیق نا تحقیق آپ کے ذہن میں خلل انداز ہو کر فتور عقل پیدا کرنے کی باعث ہوئی ہے۔؟

ناظرین کرام سے ہم گذارش کریں گے۔ کہ وہ پرویز کے ان بیانات کو غور سے پڑھیں۔ اور آج کے دعاوی باطلہ کو بھی ملا کر دیکھیں۔ ہاں ہدایت کہ اللہ بزرگ و برتر کے ہاتھ میں ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ پرویز کو پھر اپنے دین کا صحیح شعور عطا فرما دے۔ تاکہ آنحضرت صلعم کو پھر مطاع، ہدی، قیامت تک واجب الاطاعت اور اصول دین کے قرآن و سنت ہونے پر ایمان لے آئے۔ اور قرآن و حدیث کی صحیح خدمت کر سکے۔ آمین ثم آمین!!

فضل احمد غزنوی۔ فضل منزل حیدرآباد سندھ۔ ۱۳ جنوری ۵۵ء

Marfat.com

دین قیمہ ۔ قرآن

چند صدیوں سے مسلمانوں میں ایک جمود سا چلا آ رہا ہے۔ اس دور
دور "علماء ابرار" سے نکل کر "علماء سوء" کے ہاتھوں میں پہنچا۔ ان علماء
سوء نے دین قیم کو اسرائیلیات موضوعات اور لاطائل و لایعنی گفتگو میں بدل
اور صحیح اسلام یعنی قرآن و حدیث کو متروک کر دیا۔ اور اولیاء کرام
کو عالم الغیب قرار دیدیا۔ بارہ بارہ برسوں کی ڈوبی ہوئی کشتیاں تراد
یہ افسانوی رنگ جہلاء کے لئے تو اعجوبہ پسندی کے باعث قابل قبول
و تسلیم تھا۔ مگر عقلاء کی سمجھ نے ان واہیات سے بغاوت کی۔

ایک دوسرا غضب ان علماء سوء نے یہ ڈھایا کہ قرآن و حدیث کے سرا
لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین، آراء اور افکار مسلمانوں پر ٹھونس دئے اور
صحیحہ کی بجائے، امت کو موضوعات کی اعجوبہ پسندی میں پھنسا دیا جس کا
نکلا کہ جو پڑھا لکھا سمجھدار طبقہ تھا، اس نے موضوعات کو ہی دین، اسلا
سمجھکر، اصل اسلام سے بغاوت کر دی۔ اور کھلے بندوں۔ موضوعات کی
آڑ میں، حدیث نبوی کا انکار کر دیا۔ اور پاکستان میں منکرین حدیث کا سرخ
مسٹر پرویز آگیا۔ اس نے اپنے نظریات کتب سے تہوں کو گمراہ کر دیا۔ الحمدللہ
نے اپنے خاص بندے فضل احمد (غزنوی) سے یہ کام لیا کہ وہ منکرین حدیث
اور خاص کر پرویز کی کتب کا جواب لکھے، چنانچہ یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں
ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ خاص کر جو پرویز کے لٹریچر سے متاثر ہوا

ادارہ تبلیغ الاسلام خیدرآباد

صحیح مقامِ حدیث

اوّل - دوم

★

تالیف

علامہ فضل احمد صاحب غفرلہ نوی بی اے

مکتبۂ سبحانی ○ شیش محل روڈ - لاہور ۲